عطار ہو ،رومی ہو، رازی ہو، غزالی ہو
کچھ ہاتھ نہیں آتا بے آہِ سحر گاھی !!

اِدارۂ اشرفیہ عزیزیہ کا ترجمان

ربیع الثانی ۱۴۳۰ھ/ اپریل ۲۰۰۹ء

RegNo.P476

جلد: ہفتم

شمارہ: 8

فہرست

فی شمارہ: -/15 روپے

سالانہ بدل اشتراک: -/180 روپے

ملنے کا پتہ: پوسٹ آفس بکس نمبر 1015، یونیورسٹی کیمپس، پشاور۔

ای۔میل: physiologist72@yahoo.com

mahanama_ghazali@yahoo.com <<<

saqipak99@gmail.com

ویب سائٹ: www.iaa.org.pk

معمولاتِ سلوک (حصہ دوم)

(حضرت مولانا اشرف صاحب سلیمانیؒ)

''معمولات کی پابندی استقامت کی دلیل ہے اس کے آثار اعمال، معاملات اور اخلاق میں نمایاں ہونے چاہئیں.... کیفیات واحوال کی طرف توجہ نہ کیجئے اور صرف حسنِ عمل اور کثرتِ ذکر کی طرف توجہ رکھیئے۔''

''بحمد اللہ تعالیٰ کہ آپ نے اپنے جو حالات پہلے لکھے تھے ان میں تبدیلی نہیں ہوئی معمولات پر پابند رہیں ہر کام میں اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی پر نظر رہے۔''

''یہ کیا کم احسان ہے کہ معمولات پورے کرادیئے جاتے ہیں، جائے شکر ہے۔''

''یہ نشیب وفراز اور تلوّن عالم کی ہر چیز میں ہے انسان بھی اسی عالم میں ہے اس سے گھبرانا نہ چاہئیے بلکہ اور زیادہ استقامت کے ساتھ اپنے کام میں مصروف رہنا چاہئیے۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ دعا اسی موقع کی ہے اس کو پڑھا کیجئے۔ **یا مقلّب القلوب ثبت قلبی علی دینک**۔ بحمد اللہ کہ معمولات پورے ہوتے رہتے ہیں۔ تغیر و تبدل اور نشیب وفراز تو اس عالم کی ہر چیز میں ہے.... (آپ نے) طبیعت کے نشیب وفراز اور عدم استقلال کا جو حال لکھا ہے وہ کوئی نئی بات نہیں اور سب کو اسی طرح پیش آتی ہے اس کی فکر نہ کیجئے اور اپنے کام میں لگے رہئیے .... آپ کی استقامت واصلاح احوال کے لئے دعا کرتا ہوں اصل معاملہ عمل کا ہے اس سے ترقی وتنزل کا اندازہ ہوتا ہے معمولات (کی پابندی) اور احکام الٰہی کی اطاعت اور گناہ سے پرہیز ہی اصل چیز ہے۔''

''اپنے کام میں تا آخر دم استقامت کے ساتھ لگے رہئیے یہی بڑی دولت ہے۔''

'' (آپ کو معمولات کی) استقامت پر مبارکباد دیتا ہوں اب تو زندگی کے آخر لمحہ تک یہ استقامت قائم رکھنا ہے. **تَوَفَّنِیْ مُسْلِماً وَّ اَلْحِقْنِیْ بِالصّٰلِحِیْن** کی دعا چاہئیے .... دھن کے ساتھ اپنا کام کئے جائیے اور ظاہر وباطن کی تہذیب ودرستی میں لگے رہئیے۔''

''(معمولات میں) جو کچھ ہو رہا ہے اس پر شکر کیجئے اور جو نہیں ہو رہا اس کے لئے ہمت کیجئے۔''

''بارک اللہ تعالیٰ، (معمولات پر استقامت) بے شبہ شکر کا مقام ہے...... اضطراری عذر کے سبب اگر کسی معمول میں کمی ہو جائے تو انشاء اللہ تعالیٰ ہم کو ہماری نیت کے مطابق حق تعالیٰ اس کی جزا عنایت فرمائیں

گے یہ اُن کی شان رحیمی وکریمی ہے..... الحمد اللہ تعالیٰ کہ آپ اب اچھے ہیں اگر دوران علالت میں معمولات بعذر ضعف ومرض انجام نہ پاسکے اور ارادہ یہی تھا اگر یہ مانع نہ ہوتا تو آپ ضرور معمولات پورا کرتے تو انشاء اللہ تعالیٰ اس کا اجر بھی ملے گا۔''

''الحمدللہ! کہ آپ معمولات کے پابند ہیں۔ اللہ تعالیٰ جلد منزل مقصود تک پہنچائے...... دوام عمل اور صحت فکر ونظر ہی کامیابی کی کنجی ہے۔''

''اس سے بہت خوشی ہوئی کہ آپ کے معمولات جاری ہیں "۔" اُمید ہے کہ آپ معمولات قائم و جاری ہوں گے اور اپنے نفس کے احتساب میں مصروف ہوں گے۔'' آپ کا خط ملا حالات معلوم ہوئے آپ کے احوال پابندی معمول واستقامت علی الدّین کو معلوم کر کے مسّرت ہوئی اللّٰھم زد فزد "۔ ایک طالب کے اظہار ارادت وعزم استقامت پر ارشاد فرماتے ہیں " یہ کیفیات محبت کے ہیں اور محمود ہیں اللہ تعالیٰ استقامت نصیب فرمائیں کہ جو قدم صحیح سمت میں اٹھ چکے ہیں وہ پھر اس وقت تک نہ رکیں جب تک مرحلہ حیات ختم نہ ہو جائے، اسی کا نام حسنِ خاتمہ ہے جس کی تمنا اور دعا انبیاء علیہم السلام تک نے کی ہے حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنے بیٹوں کو مرتے وقت وصّیت فرمائی۔ وَلَا تَمُوتُنَ اِلَّا وَ اَنْتُمْ مُسْلِمُوْنَ، حضرت یوسف علیہ السلام نے سلطنت کے کاروبار میں حصہ پانے کے بعد دعا کی۔ فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالاَرْضِ اَنْتَ وَلِیّ فِی الدُّنیا وَ الْآخِرَةِ تَوَفَّنِیْ مُسْلِماً وَّاَلْحِقْنِیْ بِالصَّالِحِیْنَ ، یہ دعاء حسن خاتمہ کے لئے پڑھنی چاہئیے۔ حضور صلعم فرماتے ہیں:. قُلْ رَبِّی اللّٰہ ثُمَّ اسْتَقِم۔

ایک سالک کو حضرت والا رحمہ اللہ تعالیٰ نے معمولات کے بارے میں جو ارشاد فرمایا ہے اس کی تفصیل افادہ کے لئے نقل کرتا ہوں۔

''آپ کسی وقت دو رکعت نفل باخلاص وخضوع پڑھ کر استغفار کیجئے اور اسی وقت سے کام شروع کیجئے اور پوری توبہ گذشتہ تقصیروں پر کر کے آگے کے لئے اطاعتِ کامل کا عزم کیجئے اللہ تعالیٰ پورا فرمادیں گے۔ مَنْ یّتوَ کّلْ عَلَی اللّٰہِ فَھُوَ حَسْبُہٗ

۱۔ نماز پنجگانہ کے علاوہ حسب ذیل نمازوں پر حتیٰ الامکان مداومت کیجئے۔

نماز تہجد:۔ بعد مغرب ۶ رکعات نفل، طلوعِ آفتاب کے کچھ دیر بعد ۲ یا چار رکعات نفل، چاشت

چار، نماز پنجگانہ کے بعد نوافل مسنونہ، نوافل اگر بعذر کبھی چھوٹ جائیں تو حرج نہیں۔

۲۔ تمام منہیات سے توبہ کر کے ان سے بچنے اہتمام کرنا چاہیے۔

۳۔ اس (اوامر و منہیات کے عمل) کے لئے حضرت والا رحمہ اللہ علیہ کی اصلاح الرسوم اور بہشتی زیور مطالعہ کیجئے اور ان کے مطابق عمل کیجئے۔

۴۔ تہجد کی نماز کے بعد درود کے ساتھ بارگاہ الٰہی میں ہر شب بالحاح تام اپنے لئے دعا کیجئے دعا میں خضوع ہونا چاہیے۔ عصر اور صبح کی نمازوں کے بعد بھی دعا خوب کیجئے اور مانگئے جو آپ کے لئے مناسب ہو، انشاء اللہ ملے گا اس در سے کوئی محروم نہیں ہوا ہے۔ اُدْعُوْنِی اَسْتَجِبْ لَکُمْ اُس کو اعلانِ عام ہے۔ الدعاء مخّ العبادۃ

۵۔ نماز میں اعتدال ارکان اور حضورِ قلب کی کوشش ہو۔

اب اس کے بعد اپنے احوال سے اطلاع دیتے رہیں ...... جس قدر مکاتبت کا سلسلہ رہے گا انشاء اللہ نافع ہوگا۔ جو حال اس راہ میں ہو اُس سے اطلاع دیں اس راہ میں ضرور ہے کہ مربی کے ہاتھ میں اس طرح دیدیں جس طرح مریض طبیب کے ہاتھ میں اپنے کو دیدیتا ہے۔ دوسرے مکتوب میں انہیں کو تحریر فرماتے ہیں۔ ''اب ضرورت اس بات کی ہے کہ بعد فرائض و سنن و نوافل کی پابندی علی مراتب الوجوب والاستحباب کے منہیات شرعیہ سے احتراز کا لزوم کیا جائے اور ہمیشہ نظر اپنے احوال پر رہے اور جو عیب سب سے زیادہ ابھرا ہوا علی العیان معلوم ہو اس کے دفعیہ کی کوشش کیجئے۔ مثلاً کبر، عجب، ریا، حسد وغیرہ آپ اُس عیب کی حقیقت پہلے دریافت کریں اگر معلوم نہ ہو اور پھر اس کا علاج دریافت کریں.........

آپ کیلئے عالم مشغول کے اعمال کی تجویز تھی اس سے آگے بڑھنے میں جلدی نہ کیجئے اس (قصد السبیل) میں کچھ لکھا ہے اس کی تقلید کیجئے اس کتاب قصد السبیل کے آخر میں منہیات و اوامر کی تصریح ہے وہ پیش نظر رہے۔ مقصود حصول تقویٰ ہے کہ قرآن پاک ھُدًی لِّلْمُتَّقِیْنَ ہے اور عبادت کا منشاء بجا آوری کے بعد حصولِ تقویٰ ہے۔ لَعَلَّکُمْ تَتَّقُوْنَ ط

☆☆☆☆☆☆☆

بیان جمعہ (09-05-2008) (دوسری قسط)

(ڈاکٹر فدا محمد دامت برکاتہٗ)

وَ اَنْزَلْنَا اِلَیْکَ الذِّکْرَ لِتُبَیِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَیْھِمْ

ترجمہ: اور ہم نے آپؐ پر یہ قرآن اُتارا ہے تاکہ جو ہدایت (آپؐ کے واسطے سے) لوگوں کے پاس بھیجی گئی ہے وہ ہدایات آپؐ اُن کو واضح کر کے سمجھا دیں۔ (معارف القرآن)

اللہ وہ ذات ہے جس نے نازل کیا ذکر کو یعنی قرآن پاک کو، قرآن پاک کا ایک نام ذکر ہے یعنی قرآن کو تیری طرف نازل کیا جو کہ ماخذ ہے، منبع ہے، بنیاد ہے سارے ہمارے اصلاحی نظام کا، پورے دین کا لیکن اِس کے لئے ضروری ہے کہ **لِتُبَیِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَیْھِمْ** تاکہ تو تشریح کرے اُس بات کی جو نازل کی ہم نے گویا قرآن پاک کی تشریح کا فریضہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضورؐ کے ذمے لگایا ہے۔ لہٰذا اگر آپ کی تشریح نہیں ہوگی تو قرآن سے فائدہ نہیں ہو سکے گا۔ آپ کی تشریح کیا ہے وہ حدیث ہے تو حکمت کا ایک معنیٰ حدیث ہے۔ کیونکہ قرآن کی **Practical application** حدیث میں بیان کی گئی ہے۔

آپ کے بیان کرنے کے بعد ایک اور چیز کی بھی ضرورت باقی رہے گی۔ **لعلھم یتفکرون** تاکہ یہ بھی فکر کریں اُس میں، مزید غور کرنے کی ضرورت ہوگی وہ اُمت کو کرنی ہوگی اور وہ فکر کیا کرنی ہوگی مطلب اِس کی ایک تشریح حدیث کی تشریح کے بعد افرادِ اُمت نے کرنی ہوگی۔ اب افرادِ اُمت میں ہر ایک تشریح کرنا شروع کر دے، ہر ایرا غیرا نتھو خیرا تشریح کرنا شروع کر دے پھر تو مسئلہ نہ ہوا۔ یہ تو بات ایسے ہی ہوئی کہ بھوج بجھکڑ کو لوگوں نے کہا کہ ایک آدمی درخت پر چڑھا تھا اوپر اٹک گیا اُتر نہیں سکتا اُس نے رسی پھینکی کہ اس کو اپنے ساتھ باندھ لو، بھوج بجھکڑ نے کھینچا اور اُس کو زمین پر گرا دیا بس آدمی گرا اور گرتے ہی مرا۔ تو بھوج بجھکڑ نے کہا کہ افسوس اِس کی قسمت بہت خراب تھی، میں نے کئی آدمی اِس طریقے سے کنوئیں سے نکالے ہیں۔ تو تشریح اگر بھوج بجھکڑ کے ذمے لگا دی جائے تو ماشاء اللہ! مسئلہ ہی ٹھیک ہو جائے۔ اِس لئے تشریح کرنے کے لئے ہر شعبۂ زندگی میں اور ہر علم وفن میں کچھ شخصیات ہوا کرتی ہیں جن کے پیچھے سارے لوگ چلتے ہیں، سارے لوگوں کو اُن کی تقلید کرنی پڑتی ہے، اُن کے پیچھے چلنا پڑتا ہے اور یہ

Ego اور Superego ہوتی ہے۔ انسانوں میں اللہ نے ذہنی سطح ہر کسی کو عطا فرمائی ہے تو Superego،Ego کو کنٹرول کرتی ہے، وہ جو سب سے اُونچے فہم پر ہوتا ہے باقی کم فہم والوں کو اُس کے پیچھے چلنا پڑتا ہے اِس کے بغیر نظامِ زندگی نہیں چلتا ہے۔ لہٰذا وہ تشریح لعلھم یتفکرون جو قرآن پاک نے مقرر کی، اِس کیلئے کچھ شخصیات ہوں گی اُن شخصیات کے لئے چند باتیں ضروری ہوں گی۔ ایک اُن کا فہم اتنا کامل ہو کہ اُس پائے کا فہم کسی کا نہ ہو، اُس فہم کے ساتھ اتنا وسیع علم ہو کہ اُس پائے کا علم کسی کا نہ ہو دوسری بات ہوگئی اور تیسری بات کہ ایسا خوفِ خدا اور ایسا اللہ کا ڈر ہو ایسا تقویٰ اور ایسی پرہیزگاری ہو اور ایسی معرفت اُن کو حاصل ہو کہ اُس پائے کی معرفت کسی اور کو حاصل نہ ہو۔ یہی تین باتیں ہوتی ہیں فہم، علم، تقویٰ کہ اُس کو فہم بھی ہو کامل یعنی ناقص نہ ہو، علم بھی ہو وسیع علم کم نہ ہو اور تقویٰ ہو کہ اللہ سے ڈرنے والا ہو یہ تین باتیں ہیں۔ ایسی تقریباً دس شخصیات پہلی تین صدیوں میں دنیائے اسلام میں پیدا ہوئی ہیں۔ ان دس شخصیات نے حدیث کے مرتب کرنے سے پہلے فقہ کو مرتب کیا ہے۔ فقہ ۸۰ ہجری کے بعد مرتب ہونا شروع ہوا ہے۔ امام ابوحنیفہؒ ۸۰ ہجری میں ہیں اور امام مالکؒ کوئی ۹۰ ہجری کے برابر ہیں، امام اوضاعیؒ جو ہے وہ بھی ۷۵ ہجری کے قریب ہیں۔ دس امام ہیں، امام حنیفہؒ، امام مالکؒ، امام شافعیؒ اور امام حنبل بن احمدؒ چار یہ ہیں، امام اوضاعیؒ ہیں، سفیان ثوریؒ ہیں، داؤدِ ظاہریؒ ہیں، ابنِ ابی لیلیٰؒ، امام طبریؒ، آٹھ خیر یہ دس لوگ ہوئے ہیں اور آگے جا کر کوئی پانچویں صدی میں جلال الدین سیوطیؒ نے کہا ہے کہ میں بھی اُس پائے کو پہنچا ہوں کہ میں پانچواں فقہ متعارف (Introduce) کرتا ہوں کیونکہ سارے پندرہ علوم کا میں ماہر ہوں اُس کا امام ہوں اور اتنی بار اِن کو زیارت حضورؐ کی ہوئی ہوئی ہے کہ وہ حیرت انگیز ہے اور اِن کی کتاب جو ہے 'الاتقان فی علوم القرآن' یہ تفسیر پر ہے اور پھر اُن کی کی 'تفسیر جلالین' کہ جتنے الفاظ قرآن مجید کے ہیں اتنے ہی الفاظ میں پوری تفسیر کو بیان کیا ہے ایک آیت کے ساتھ دو لفظ لکھتا ہے پوری تفسیر cover کرتا ہے تو جلالین وہ معرکۃ لآراء تفسیر ہے دنیائے اسلام میں عربی میں ہے اہلِ علم کے لئے ہے اگر آپ لوگ اُس کو پڑھیں تو اُس سے فائدہ نہیں لے سکتے۔ تو اُن سے علمائے اُمت نے کہا کہ ہم ایک سوال نامہ آپ کے پاس بھیجیں گے اُس کا جواب اگر آپ نے خود دے دیا تو پھر ہم کہیں گے کہ آپ کو اجازت ہے کہ آپ

پانچویں امام فقہ کے بنیں۔تو وہ سوال نامہ جب اُن کے پاس آیا تو جواب دینے کیلئے اُن کو اندازہ ہوا کہ وہ پہلے چار اماموں کو رجوع (Consult) کئے بغیر جواب نہیں دے سکتے تو چونکہ اہلِ حق تھے اللہ والے تھے تو اُنہوں نے اعلان کیا کہ میں نے جو اعلان کیا تھا پانچواں فقہ شروع کرنے کا مجھے اندازہ ہوا کہ میں اُس کا اہل نہیں ہوں لہٰذا انہی چار کو چلائیں گے۔تو **لعلھم یتفکرون** جو ہے اُس کیلئے شخصیت کی ضرورت ہے جس کے اندر یہ خصوصیات (Qualification) ہوں۔میں چند ایک میں آپ کو مثالیں عرض کروں تو آپ کو حیرت ہوگی اِس کو اکثر میں بیان کیا کرتا ہوں کہ اِس سے مسئلہ سمجھ میں آتا ہے۔ایک آدمی کی اپنی بیوی کے ساتھ لڑائی ہوئی اُس نے بیوی سے کہا کہ تو نے صبح کی اذان سے پہلے مجھ سے بات نہ کی تو مجھ پر تینوں شرطیں طلاق ، بیوی نے بھی غصے سے کہا صبح کی اذان سے پہلے اگر میں نے بات کی تو سارے غلام آزاد۔اب دس غلام کروڑ روپے کی ملکیت بنتی ہے اب اگر وہ قسم توڑتی ہے تو کروڑ روپے کا نقصان ہوتا ہے اور یہ قسم توڑتا ہے تو بیوی نکل رہی ہے نکاح سے ، پھنس گیا۔اُس زمانے میں بڑی عمر تھی علامہ ابن سیرینؒ کی ، بہت بڑے عالم بھی تھے ، اُن کے پاس مسئلہ پوچھنے کے لئے گئے ، بہت بڑے اللہ والے بھی تھے۔وہ گئے اُن کے پاس۔انہوں نے کہا حضرت صاحب ہمارے ساتھ ایسی بات ہوگئی ہے۔انہوں نے کہا بس اب صبر کرو طلاق ہوگئی اب کیا کرتے ہو جاؤ۔خیر آئے اُس وقت امام ابو حنیفہؒ کی عمر کم تھی اُس زمانے میں بنی عباس کا دور تھا امام اوضاعیؒ کا فقہ چل رہا تھا اُن کے پاس آئے انہوں نے کہا کوئی طلاق نہیں ہوئی آپ جائیں آرام سے اپنی زندگی گزاریں کچھ طلاق نہیں ہوئی ہے پھر اُن کو تسلی نہیں ہوئی امام ابنِ سرینؒ کے پاس آئے۔اُن سے کہا وہ تو کہتا ہے کوئی طلاق نہیں ہوئی اُن کو بڑا غصہ آیا انہوں نے کہا آؤ میرے ساتھ بات کرتے ہیں۔آئے کہا اے ابو حنیفہ! تو کیسے مسئلے بیان کرتا ہے تین شرطیں طلاق ہوئی ہے تو کہتا ہے کچھ ہوا ہی نہیں۔انہوں نے کہا آپ اطمینان سے بیٹھیں کیا بات ہوئی تھی تو آدمی نے کہا کہ میں نے بیوی سے کہا کہ اگر تو نے صبح کی اذان سے پہلے مجھ سے بات نہ کی مجھ پر تینوں شرطیں طلاق ہو جائے گی میں نے جو بات کی فوری اُس نے آگے سے کہا میں نے بھی اگر بات کی تو سارے غلام آزاد۔تو امام ابو حنیفہؒ نے امام ابنِ سرینؒ کو موقع دیا کہ اِن کو سمجھ آئی کہ نہیں آئی۔اُن کو اندازہ نہیں ہوا۔انہوں نے کہا پھر کہو اِس بات کو ، پھر

اُس نے اِس بات کو کہا کہ میں نے اِس کو کہا کہ صبح کی اذان سے پہلے تو نے بات نہ کی تو مجھ پر تینوں شرطیں طلاق اُس نے فوری مجھ سے کہا کہ اگر میں نے بھی بات کی تو سارے غلام آزاد، پھر کہلوایا اِس بات کو پھر انہوں نے علامہ ابنِ سرینؒ سے کہا کہ امام صاحب جب اُس نے کہا کہ صبح کی اذان سے پہلے تو نے مجھ سے اگر بات نہ کی تو مجھ پر تینوں شرطیں طلاق تو اُس نے جو بات کی ہے یہی بات صبح کی اذان سے پہلے ہوئی ہے اُس نے جو جواب دیا ہے یہی تو اُس نے کہا۔ امام ابن سیرینؒ نے کہا واقعی بات کتنی آسان تھی لیکن تو سمجھا ہم نہیں سمجھے۔

ایک دفعہ ایک بہت بڑے عالم کہ وہ بھی امامِ وقت تھے۔ (ہم دینی کام کرنے والے تحریکی لوگوں کے گھروں کا برا حال ہوتا ہے کیونکہ ہمارے پاس وقت ہی نہیں ہوتا۔ آٹا نہیں ہوگا، دال نہیں، ماچس نہیں، بیویاں بیچاری سخت تنگ ہوتی ہیں ہم سے۔ بڑا ہمارا جذبہ ہوتا ہے کہ بالکل اِن کا کوئی حق ضائع نہیں کریں گے۔ لیکن جب نکلتے ہیں تو ایسی چیزوں میں الجھتے ہیں کوئی چیز بھی یاد نہیں رہتی) وہ امام صاحب گھر گئے بیوی نے لڑائی کی کہ آٹا نہیں ہوتا گھر پر، یہ نہیں ہوتا وہ نہیں ہوتا اور تمہارا یہ حال ہے کہ تمہیں کسی چیز کی فکر ہی نہیں ہے۔ سخت لڑائی ہوئی اُس نے کہا کہ اگر اس کے بعد تو نے مجھے آٹے کے بارے میں زبانی کہا یا اشارے سے کہا تو مجھ پر تینوں شرطیں طلاق ہوگی۔ اب یہ عورت پریشان، کہ یا اللہ! زبانی بھی میں اس کو نہیں کہوں گی اشارے سے بھی نہیں کہہ سکتی کہ آٹا ختم ہے تو کیسے کہوں گی۔ بہت پریشان ہوئی وہ آئی امام ابو حنیفہؒ کے پاس کہ اِس طرح واقعہ ہوگیا ہے اب میں کیا کروں؟ انہوں نے کہا کہ جب رات کو یہ سو جائے آٹے کی خالی بوری اِس کے ازار بند سے باندھ دینا۔ اب صبح جب یہ اُٹھے، قدم اٹھایا تو بوری قدموں کے نیچے آگئی، کھچی تو آگے گر رہے ہیں، اس نے کہا یہ کیا بات ہوگئی، دیکھا تو بوری ہے، بوری کس چیز کی؟ آٹے کی بوری، آٹے کی بوری ہے یہ کیوں؟ اُس نے کہا اُوہو میں سمجھ گیا آٹا ختم ہوگیا ہے اور میں نے قسم اُٹھائی ہوئی تھی اور بیوی نے یہ بوری باندھی ہے تاکہ مجھے اطلاع ہو، لیکن اس کو کہا کس نے ہے اس نے کہا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کہ اِس کو امام ابوحنیفہؒ کے علاوہ کسی اور نے کہا ہو کہ یہ فہم سوائے اُس کے کسی اور کا نہیں ہے تو خیر اُس نے پوچھا تو اُس نے کہا کہ واقعی میں نے مسئلہ پوچھا تھا کہ میں اب کیا کروں۔

کچھ لوگ آئے انہوں نے کہا امام صاحب ہماری چوری ہوگئی ہے اور جن لوگوں نے چوری کی ہے وہ سامان بازار میں بیچ رہے ہیں اور ہمارے محلے کے ہیں نماز میں بھی آتے ہیں لیکن انہوں نے ہمیں رات کو قسم دی ہوئی ہے کہ اگر تم نے کسی کو کہا کہ چوری ہوئی ہوئی ہے تو تمہاری بیوی تینوں شرطیں طلاق ہوجائیں گی۔اب ہم کسی کو کہہ بھی نہیں سکتے اب آپ بتائیں کہ ہم کیا کریں؟انہوں نے کہا کوئی فکر نہ کرو ظہر کی نماز میں مسئلہ حل کریں گے۔ظہر کی نماز جب پڑھی گئی انہوں نے دروازہ بند کردیا اور کہا کوئی آدمی میری اجازت کے بغیر باہر نہیں نکلے گا۔جن کی چوری ہوئی تھی ان سے کہا میں ایک ایک آدمی کو نکالوں گا جب آدمی نکلے آپ کہیں گے یہ چور نہیں ہے۔جب چور نکلے آپ خاموش ہوجائیں۔ایک ایک کو نکالتے گئے اور یہ کہتے گئے یہ چور نہیں ہے۔جب خاموش ہوگئے تو کہا پکڑو اس کو یہ چور ہے سارے چور پکڑے گئے۔

یہ تفصیل آپ کی دلچسپی کیلئے بیان کی اور اِس بات کو بتانے کے لئے کہ اللہ نے ایک فہم وفراست نصیب فرمائی تھی جس سے بات کی تہہ کو پہنچتے تھے۔ایسی فہم وفراست تھی کہ اُس وقت کے جو ائمہ مجتہدین تھے اُن کو حیرت میں ڈالتے تھے۔اِس لئے یہ تشریح کا حق جو ہے یہ اُن لوگوں کا حق ہے جن کے پاس یہ تین باتیں ہو ایک اُن کا فہم ہو، دوسری بات علم ہو اور تیسری بات تقویٰ ہو کہ اُن کو اس بات کا غم ہو کہ میں نے اللہ کے حضور کھڑا ہو ہونا ہے اور اللہ تعالیٰ کے حضور میں نے جواب دینا ہے لہٰذا میں اُمت میں کوئی ایسی بات کو نہ شروع کرادوں جو میرے لئے تباہی کا نتیجہ ہو۔

حضورؐ تو خود شریعت دہندہ تھے آپؐ کا تو قول فعل، آپؐ کی زبان سے نکلی ہوئی بات اور آپ کا کیا عمل وہ شریعت تھا وہ سب کے سامنے تھا اُس کو کسی تشریح کی ضرورت نہیں پڑ رہی تھی تو پھر صحابہ کرام کا دور جو ۱۰۸ ہجری تک چلا ہے وہ آپ ﷺ کے براہِ راست شاگرد تھے اُن کو تشریح کی ضرورت نہیں تھی۔صحابہ کرامؓ کے بارے میں آیت میں بھی آیا ہوا ہے اور حدیث میں بھی آیا ہوا ہے۔آیت میں کہا ہوا ہے، **فان امنو بمثل ما امنتم بہٖ** پھر تم اگر ایسا ایمان لائے جیسا ایمان یہ لے کر آئے یعنی صحابہ کرام یعنی اِن کا ایمان معیاری ہے **فقد ھتدو** تو تم نے ہدایت پائی ہے۔لہٰذا صحابہ کرامؓ کو معیارِ حق کے طور پر قرآن

نے پیش کیا ہے اُن کی بات معیاری ہے۔اور حدیث میں فرمایا گیا ہے اصحابی کا النجوم فبایھم اقتدیتم اھتدیتم. میرے صحابہ ستاروں کی مانند ہے جس کے پیچھے چلے ہدایت پاؤ گے،فرمایا کہ میرے بعد ابو بکر وعمر کا حق پہنچانو اُن کا اتباع کرو۔تو یہ کافی ساری حدیثیں ازالۃ الخفاء میں شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ نے اکٹھی کی ہوئی ہیں۔تو اِس حدیث میں بتایا ہے کہ صحابہ کرام خود معیارِ حق ہیں اِس لئے ایک صحابی ایک کام کو ایک طرح سے کرتا ہے ایک دوسرے طرح سے کرتا ہے دونوں برحق ہیں آپ جس کے پیچھے چلے آپ حق پر ہیں۔صحابہ کرامؓ کے بعد پھر ساری چیزیں لکھے ہوئے ریکارڈ کی شکل میں آگئیں اب اُس سے مسئلہ بیان کرنا یہ سوائے فقیہہ کہ اور سوائے امام کے دوسرے کسی کے لئے بہت مشکل تھا۔ایک حدیث میں آیا ہوا ہے کہ نماز سورہ فاتحہ کے بغیر نہیں ہوتی ہے دوسری حدیث میں آیا ہے کہ امام جو قرأت پڑھتا وہ تمہاری طرف سے بھی ہے۔آیت میں آیا ہوا ہے قرآن پاک جتنا آپ کو آسان ہو اتنا آپ پڑھ لیا کریں نماز میں جس سے نماز ادا ہو جاتی ہے فقرء ما تیسر مِنَ الْقُرآن،قرآن کم سے کم ایک آیت کو کہتے ہیں لہٰذا فرض قرآن نے ایک آیت کو کیا ہوا ہے جس سے نماز ادا ہو جاتی ہے۔اور قرآن پاک کی آیت کہتی ہے اِذَا قُرِءَ الْقُرآن فَاسْتَمِعُو لَهٗ وَ اَنْصِتُو جب قرآن پاک پڑھا جائے تو تم خاموش ہو جاؤ اور اُس کو سنو غور سے لہٰذا جب امام قرآن پڑھے تو اُس کو سنو تب ہی تدبر ہوگا،غور ہوگا۔اب اتنی متضاد باتیں آگئیں،ایک حدیث کہتی ہے سورۃ فاتحہ پڑھو،دوسری کہتی ہے مت پڑھو،ایک آیت کہتی ہے اتنا پڑھنا ہے دوسری کہتی خاموش رہنا ہے۔اب یہ ساری باتیں درست بھی ہیں لیکن ان ساری باتوں کو اپنی جگہ پر لا کر بیان کرنا عام آدمی کے بس کی بات نہیں ہے اور قیامت تک کے لئے لکھ کر چھوڑنا بھی تھا۔لہٰذا حدیث کے مدون کرنے سے پہلے فقہ مدون کیا گیا ہے کیونکہ یہ زیادہ ضروری تھا۔امام بخاریؒ امام ابو حنیفہؒ کے شاگرد امام محمدؒ کے شاگرد ہیں اور خود امام شافعیؒ کے مقلد ہیں۔جتنے بھی حدیث لکھنے والے ہیں،امام بخاریؒ،امام مسلمؒ یہ سارے مقلدین ہیں۔تو ائمہ مجتہدین نے لوگوں کی ضرورت کے مطابق مسائل کو قرآن وحدیث کی روشنی میں بیان کر کے فقہ مدون کیا۔

(جاری ہے)

صبح صادق اور صبح کاذب کے بارے میں ایک علمی اور تحقیقی جائزہ معروف بہ "کشف الستر عن اوقاتِ العشاء والفجر" (آخری قسط)

(مفتی شوکت صاحب)

حاصل کیا ہوا؟

پہلی بات: اپنے زمانے میں علامہ شامیؒ نے مشاہدات کر کے سو فیصد روایات کے مطابق صبح صادق کا صحیح تعین فرمایا ہے۔اس کیساتھ جناب سید کا کاخیل صاحب بھی امید ہے متفق ہونگے۔

دوسری بات: علامہ شامیؒ نے وقت کے تعین کے بعد عوام الناس کو صبح صادق کی صحیح نشاندہی کر کے انکی راہنمائی فرمائی۔اب وہ لوگ تو ہم عصر تھے انکو بتایا ہوگا یا دکھایا ہوگا کہ یہ (فلاں) صبح صادق کا صحیح وقت ہے۔۔۔۔۔امید ہے سید صاحب اس بات سے بھی متفق ہونگے۔

تیسری بات: وقت کے تعین کے بعد علامہ شامیؒ کا دوسرا کام یہ تھا کہ ہم عصر لوگ تو صبح صادق ان کی موجودگی میں پہچان گئے مگر جو لوگ بلاد بعیدہ میں ہیں یا بعد میں آنے والے ہیں (جن کے کیلئے فتاویٰ تحریر فرما رہے تھے) ان کو صبح صادق کا یہ "صحیح معلوم شدہ" وقت کیسے بتایا جائے۔۔۔۔۔؟

یہ وہ صورت ہے جس کے ساتھ شریعت کا نہیں بلکہ کسی ایسے فن کا تعلق ہے جس کے ذریعے "صحیح معلوم شدہ وقت" ہمیں بتایا جا سکے۔

حقیقت میں صبح صادق اور صبح کاذب کی معرفت کے حوالے سے علامہ شامیؒ کی علمی و منصبی ذمہ داری کا تعلق پہلی اور دوسری بات کے ساتھ ہے۔اور شریعت میں یہی معتبر ہے جس کو جناب سید کا کاخیل صاحب بھی تسلیم کرتے ہیں۔جبکہ فن کیساتھ صرف "تیسری بات" کا تعلق ہے جو کہ حقیقتاً صبح صادق اور صبح کاذب کیساتھ متعلق ہی نہیں ہے۔اس کا تعلق تو صرف اتنا ہے کہ "پہلی اور دوسری بات" کی رو سے جو اوقات صبح صادق اور صبح کاذب کے متعین ہو گئے اس کی تشریح ہمیں سمجھائیں۔

اب سوال یہ ہے کہ مشکل اور زیادہ ذمہ داری والا کام "پہلی اور دوسری بات" کے حوالے سے صبح صادق اور صبح کاذب کے پہچاننے میں ہے یا "تیسری بات" کے حوالے سے ہمیں اس "معلوم شدہ وقت" کو بتانے میں ہے۔۔۔؟

جواب ظاہر ہے کہ علمی اور شرعی ذمہ داری اوقات کے تعین میں زیادہ ہے۔تو جب زیادہ اہم کام علامہ شامیؒ

مکمل فرما گئے تو مزید تھوڑی مشقت اور فرما کر ہمیں ''معلوم شدہ'' وقت بتانے میں جس فن کی ضرورت تھی وہ یقین تک پہنچائے بغیر کیسے تحریر فرمادی۔۔۔؟

اس کا جواب مانگنے سے پہلے یہ بھی عرض کردوں کہ محض بتانے کیلئے کسی بھی ماہر فن سے حقیقت پوچھ کر بھی یہ کام ہوسکتا ہے اس کیلئے کوئی خاص مہارت فی الفن کی حاجت نہیں ہے۔۔۔۔کیا اب جناب سید صاحب کا یہ ارشاد'' آگے فنی بات ہے جس کا فن کے مستند اصولوں کے مطابق جائزہ لینا ضروری ہے'' تسلیم کیا جاسکتا ہے؟

کیا واقعی ''شامی'' کی روایت فن کے خلاف ہے؟

یہ ساری تفصیل اس وقت ہے کہ علامہ شامیؒ کے بارے میں یہ تسلیم کیا جائے کہ واقعی وہ فن سے ناواقف تھے، یا اس قول کی تائید میں یا یہی قول دیگر اہل فن حضرات سے منقول نہ ہو۔ حالانکہ اول تو یہ ہے کہ جب فن کے حوالے سے حضرتؒ ایک قول نقل فرمارہے ہیں، تو اس کا مطلب یہ کیوں نہ لیا جاتا کہ حضرت نے یہ قول سمجھ کر نقل کیا ہوگا۔ لہٰذا حضرت ''فن کے جاننے والے'' تو اس سے بھی ثابت ہوئے۔ اب جو حضرات یہ فرماتے ہیں کہ حضرت فن نہیں جانتے تھے تو ان کے پاس اس دعوے پر کیا دلیل ہے؟ دوم یہ کہ وہ قول حضرتؒ نے اہل فن ہی سے نقل فرمایا ہے۔ تحریر فرماتے ہیں:

ذکر العلامۃ المرحوم الشیخ خلیل الکاملی فی حاشیتہ علی رسالۃ الاسطرلاب لشیخ مشائخنا العلامۃ المحقق علی آفندی الداغستانی ان التفاوت بین الفجرین و کذا بین الشفقین الاحمر و الابیض انما ھو بثلاث درجہ.

(ردالمختار، کتاب الصلوٰۃ، صفحہ نمبر ۱۴، جلد ۲، مکتبہ امدادیہ ملتان)

اس بات سے تو اس قول کا ماہر فن سے منقول ہونا بھی ثابت ہوگیا اب تو سید صاحب کو مطمئن ہونا چاہئے۔۔۔۔

ہاں یہ اعتراض کیا جاسکتا ہے کہ یہ قول آج کے جدید ماہرین فن کے خلاف ہے لہٰذا غیر معتبر ہوگیا۔۔۔۔مگر اس سے ایک بہت بڑی خرابی لازم آتی ہے وہ یہ کہ متقدمین ماہرینِ فن، جن کا اس فن کے سیکھنے کا مقصد ہی یہ تھا کہ اس سے شرعی احکام کی صحیح تشریح کی جاسکے، اور فقہاء یہ دونوں طبقے صبح صادق کے پہچاننے میں ناکام ہوگئے تھے۔ یعنی نہ اس قول کا قائل، جو کہ ماہر فن ہی تھا صبح صادق سمجھ سکا اور نہ نقل کرنے والے مفتیؒ (شامی) کو صبح صادق کی پہچان نصیب ہوئی۔

دوم یہ کہ اس قول میں علامہ شامیؒ اکیلے نہیں ہیں جن کو غیر ماہر فن سمجھ کر اپنے لئے جواز کا راستہ نکال دیا۔ ہم نے اسی مقالے کے پچھلے صفحات پر کتنے حوالہ جات نقل کئے ہیں، جن میں واضح طور پر ایسے حضرات اکابر کی تحقیقات شامل ہیں جو ماہر فی علوم شرعیہ کے علاوہ ماہرین فن بھی تھے۔ لہٰذا علامہ شامیؒ کا قول شریعت کے ساتھ ساتھ علم فلکیات

کے بھی موافق ثابت ہو گیا۔

میں تو یہ عرض کرسکتا ہوں کہ جدید ماہرین فن کا فیصلہ ہمیں سر آنکھوں پر منظور ہے بشرطیکہ صبح صادق کا مسئلہ آج کا جدید ہو، اور اگر یہ مسئلہ آج کا نہیں بلکہ زمانہ نبوی، دور صحابہ، دور تابعین، اور دور فقہاء اور خصوصاً علامہ شامیؒ کے زمانے کا بھی تھا، تو اس صورت میں متقدمین ماہرین اور فقہاء کا فیصلہ محض اس وجہ سے رد کرنا، کہ جدید ماہرین فن اس کے خلاف ہیں، ہمارے خیال میں نہایت افسوس ناک فعل ہوگا۔

خلاصۃ البحث:

قارئین کرام نے ملاحظہ فرمایا کہ ماہرین فلکیات (بلکہ خود قائلین 18 درجے والے حضرات) نے جو نشانیاں " ذوڈیکل لائٹ " کی تحریر فرمائی ہیں، جب ان کا نصوص میں مذکور صبح کاذب کی نشانیوں کے ساتھ موازنہ کیا گیا تو معلوم ہوا کہ " ذوڈیکل لائٹ " پر شرعی صبح کاذب کی تعریف صادق نہیں آئی۔ اسی طرح "اسٹرونومیکل ٹوائیلائٹ" کی جو نشانیاں ہیں، وہ بھی صبح صادق کی نشانیوں کیساتھ موافقت نہیں رکھتی۔ لہٰذا تحقیقی جائزے کا خلاصہ اور لب لباب یہ ہے۔ کہ جو بھی روشنی ہو چاہے اس کا نام ماہرین فن نے کچھ بھی رکھا ہو جب تک احادیث اور فقہاء کرام کے نصوص میں ذکر شدہ صبح کاذب اور صبح صادق کی نشانیوں سے موافقت نہ رکھتی ہو تو اس کو شرعی صبح کاذب یا صبح صادق قرار نہیں دیا جاسکتا۔

(۱) کہ "ذوڈیکل لائٹ" کو اپنی مخصوص علامات کی بنیاد پر "صبح کاذب" نہیں کہا جاسکتا بلکہ یہ کوئی اور روشنی ہے جسکا صبح کاذب یا صادق کیساتھ کوئی تعلق نہیں ہے۔ اسی طرح "اسٹرونومیکل ٹوائیلائٹ" کو بھی اپنی خاص علامات کی وجہ سے "صبح صادق" نہیں قرار دیا جاسکتا۔ لہٰذا اب جو بھی نقشہ جس میں 18 درجے پر ظاہر ہونے والی روشنی "اسٹرونومیکل ٹوائیلائٹ" کو صبح صادق قرار دیتے ہوئے مرتب کیا گیا ہو، اوقات نماز خاص کر فجر اور عشاء کے اوقات کی تعیین کیلئے قابل استعمال نہیں ہے۔

(۲) اسکے برعکس وہ تمام نشانیاں جو روایات میں منقول ہیں یا احادیث سے مستفاد ہوسکتی ہیں، صرف اس صورت میں صادق آسکتی ہیں جبکہ ہم صبح کاذب کو سورج کے ۱۸ درجے اور صبح صادق کو ۱۵ درجے زیر افق قرار دیں۔ لہٰذا صحیح اور قابل استعمال اوقات نماز کا دائمی نقشہ صرف وہ ہوگا جس میں صبح صادق ۱۵ درجے زیر افق کے مطابق درج ہو۔ (واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم)

بیعت کی احتیاطیں

(ڈاکٹر محمد طارق، چیئرمین شعبۂ فزیالوجی، کبیر میڈیکل کالج، پشاور)

سلسلہ میں بیعت ایک طالبہ نے بتایا کہ اُن کے ایک اُستاد صاحب نے کہا کہ ڈاکٹر فدا صاحب نے آپ لوگوں کا دائرہ فکر تنگ کر دیا ہے اور آپ کو تنگ نظر بنا دیا ہے۔ چند مخصوص لوگوں کے علاوہ اور کتابیں پڑھنے سے منع کرتے ہیں۔ آدمی کو وسیع النظر (Broad minded) ہونا چاہئے۔ لوگوں نے اتنی اچھی اچھی کتابیں لکھی ہیں اور آپ لوگ اُن سے مستفید نہیں ہوتے۔ آخر ان کتابوں میں کیا خرابی ہے؟

بندہ نے اُس سے کہا کہ ایسے لوگوں سے بحث ہی نہیں کرنی چاہئے اور اُن کی خدمت میں عرض کرنا چاہئے کہ آپ کو جو پسند ہو آپ پڑھ لیا کریں، آپ اپنا خیال دوسروں پر کیوں ٹھونسنا چاہتے ہیں؟ اس کے علاوہ بندہ نے اُس سے کہا کہ یہ تو عام مشاہدہ ہے کہ ہر شعبے کا اُستاد اپنے مضمون کی بعض کتابوں کو پڑھنے کے لئے تجویز (Recommend) کرتا ہے اور بعض سے منع کرتا ہے تا کہ شاگرد آسانی اور سہولت سے مضمون کو سمجھ سکے اور مشکلات، غلطیوں اور الجھنوں سے بچا رہے۔ بندہ نے اپنے مضمون فزیالوجی کی مثال دی کہ ہم بھی دورانِ تربیت طلباء کو بعض کتابیں پڑھنے کا کہتے ہیں اور بعض سے منع کرتے ہیں کیونکہ اُن میں ایسی چیزیں ہوتی ہیں جو طالب علم کو اُلجھن میں ڈال سکتی ہیں۔ یہی اُستاد موصوف خود بھی جو مضمون پڑھاتے ہیں تو کسی کتاب کو پڑھنے کا کہتے ہوں گے اور کسی سے منع بھی کرتے ہوں گے اور بعض کو مستند اور بعض کو غیر مستند بتاتے ہوں گے۔

اس کے علاوہ ہر ادارے اور ہر کورس کا اپنا نصاب ہوتا ہے۔ اسی نصاب سے گزر کر اور امتحان پاس کر کے ہی آدمی کو ڈگری ملتی ہے۔ اب ایک ادارہ دوسرے سے کہے کہ آپ نے نصاب میں یہ کتابیں کیوں شامل کی ہیں اور فلاں کتاب کیوں شامل نہیں کی تو یہ تو کوئی بات نہ ہوئی۔

آج کل لوگوں کے قویٰ کمزور ہیں اور فراغت بھی کم ہے، ایسے میں جو تجویز شدہ کتابیں ہیں وہی آدمی پڑھ لے تو بڑی بات ہے کجا یہ کہ اِدھر اُدھر کی دوسری کتابیں پڑھنے میں وہ تھوڑا میسر وقت بھی ضائع ہو جائے۔ اس لئے بہتر یہ ہے کہ آدمی اپنے ادارے کی نصاب کی کتابیں پڑھ کر کم سے کم وقت میں زیادہ سے زیادہ فائدہ حاصل کرے۔ (باقی صفحہ ۲۸ پر)

ملفوظاتِ شیخ ﴿حضرت ڈاکٹر فدا محمد دامت برکاتھم﴾ (قسط۔۱۱)

(ظہور الٰہی فاروقی صاحب)

تمام اعمال کا دارومدار نیت پر ھے:

فرمایا کہ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ زمیندار تھے، کھیت میں جب ہوتے تو ایک ہزار غلام اُن کیساتھ کام کرتے تھے۔ سندھ میں میں نے سفر کیا ہے، سندھ کے ایک وڈیرے کی تیس میل زمین ہے، جریب و کنال نہیں، تیس میل کہ جس میں پانچ ریلوے سٹیشن آتے ہیں۔ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کے ایک ہزار غلام کھیتوں میں کام کرنے والے، اتنے کارکن تو اس وڈیرے کے نہیں ہوں گے۔ اگر ایک غلام کی قیمت مثال کے طور پر دس ہزار درہم لگاؤ تو دس ہزار درہم کے ڈھائی ہزار تولے چاندی بن گئی اور اگر چاندی سو روپے فی تولہ ہو تو ایک غلام کی قیمت ڈھائی لاکھ روپے بنتی ہے۔ تو ایک ہزار غلاموں کی ملکیت کا اندازہ لگائیں جو کہ صرف کھیتوں میں کام کرتے تھے۔ دوپہر تک کھیتوں میں کام کرتے تھے تو دیکھنے والا آدمی یوں سمجھتا تھا کہ گویا عبداللہ بن زبیرؓ اتنے پکا دُنیا دار آدمی ہیں کہ دین کے ساتھ، آخرت کے ساتھ اس کا کوئی تعلق ہی نہیں ہے۔

وہاں سے جب دین کے شعبے پر آجاتے تھے تو پھر دیکھنے والے آدمی سمجھتے تھے کہ اس آدمی کو دُنیا کی کچھ سمجھ ہی نہیں، کچھ ہوش ہی نہیں، اس کا دنیا کے ساتھ کوئی تعلق ہی نہیں۔ جب مومن محنت کرتا ہے، مجاہدہ کرتا ہے، کوشش کرتا ہے، اس کی اپنی اپنی نیت ہے، آپ پیسہ کمانے میں جہاد کی نیت کر سکتے ہیں۔ اگر ہم ایسا بیان کریں تو یہ جہادی تنظیمیں ہمارا مذاق اُڑایا کرتی ہیں۔ میں ان سے کہا کرتا ہوں کہ آپ کا علم ابھی ناپختہ ہے ہم بھی کوئی پختہ نہیں ہیں، مجھے اس بات کا کوئی دعویٰ نہیں ہے لیکن مجھ پر اللہ تعالیٰ کا احسان ہے کہ میں نے ایسے بزرگوں کے ساتھ وقت گزارا ہے جو کہ بہت پختہ تھے اور علم کے پہاڑ تھے۔ جس بات کو میں کہہ رہا ہوں پاکستان و ہندوستان کی مایہ ناز شخصیت حضرت مولانا شمس الحق افغانیؒ کی بات ہے۔ آپ جہاد کی نیت کر سکتے ہیں اپنے کاروبار میں، کمائی میں کہ ہمارا جو پیسہ آئے گا یہ اعلائے کلمۃ اللہ اور اللہ کے دین کو فروغ دینے کے لیے جہاں جہاں جہاد ہو رہا ہے اور جہاں جہاں دین کے پھیلاؤ کی کوششیں ہونگی وہاں تک پہنچائیں گے تو آپ کی جہاد کی نیت ہوگئی۔ اس کے بعد صدقہ و خیرات کا عمل ہے اس کی آپ نے نیت کی تو صدقہ و خیرات کی نیت آپ کی ہوگئی۔ سُبحان اللہ!

اعمال کے نتیجے میں حیات طیبہ اللہ تبارک وتعالیٰ دنیا میں دیتا ہے، تو اس لیے میرے بھائی سب سے اہم چیز اس دُنیا میں انسان کا عمل ہے لہٰذا اس بات کی نیت کریں کہ اس دنیا میں رہتے ہوئے میرا عمل ضائع نہ ہو، میرا عمل خراب نہ ہو۔ گاڑی ٹوٹ گئی تو جُڑ جائے گی دوسری مل جائے گی، مکان گر گیا تو دوسرا بن جائے گا، نوکری چلی گئ تو پھر بندوبست ہو جائے گا، قسمت کی روزی مل کر رہے گی۔ اگر ساری فصل پر ژالہ باری ہو گئی کچھ بھی نہ رہا تو پھر بھی ضرورتیں پوری ہو جائیں گی لیکن اگر عمل ضائع ہو گیا تو پھر اس کا کوئی مداوا نہیں، اس کا

پھر کوئی علاج نہیں ہو سکتا۔ لہٰذا زندگی گزارنے کے لیے یہ نیت کرنی ہوتی ہے کہ ہم تو یہاں پر اللہ کے احکامات کو پورا کرنے کے لیے، حضور ﷺ کے طریقوں کو پورا کرنے کے لیے اور اعمال صالحہ کو حاصل کرنے کے لیے زندگی گزاریں گے اور یہ وہ بنیاد ہے کہ جس پر اللہ تعالیٰ آپ کی دُنیا کو بھی بنا دے گا۔

اے ،سی، آر اور ڈی،سی،آر:

فرمایا کہ سرکاری افسروں کی ایک خفیہ رپورٹ ہوتی ہے جسے A . C . R (Annual Confidentional Report) یعنی سالانہ خفیہ رپورٹ کہتے ہیں۔ اسکے مقابلے میں ہم لوگوں کی D.C.R (Daily Confidentional Report) یعنی روزانہ کی خفیہ رپورٹ ہے۔ آج ہم لوگ جن مشکلات اور پریشانیوں کا شکار ہیں تو اس کی بڑی وجہ یہ ہے کہ دِن میں دو مرتبہ ہماری D.C.R اُوپر جاتی ہے اور پھر اس رپورٹ کے مطابق زمین پر فیصلے نافذ ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے ہر وقت خیر و عافیت کی دُعا مانگتے رہنا چاہیے۔

کاملین کی صحبت میں بیٹھنے کے اثرات:

فرمایا کہ حضرت مولانا صاحبؒ فرمایا کرتے تھے کہ شیطان کے ظلمانی حجاب دس ہزار ہیں اور نورانی حجاب ستّر ہزار۔ جس وقت شیطان مقابلے کے لیے آتا ہے تو پہلے آدمی کو جھوٹ، فریب، دغا، ظلم وستم، بدکاری وغیرہ میں مبتلا کئے رکھتا ہے اور جب آدمی کی تربیت واصلاح ہو جائے اور ان باتوں کو آدمی چھوڑ دے تو پھر شیطان کو اندازہ ہوتا ہے کہ اس جگہ پر میں جتنی کوشش کر رہا ہوں وہ کامیاب نہیں ہو رہی ہے، لہٰذا وہ اس میدان کو چھوڑ دیتا ہے اب اس کو نورانی حجاب میں پھنساتا ہے۔ اس کے آگے نیکی کے جذبے کو آگے کر کے کام کراتا ہے۔ رمضان کے مہینے میں یہ واضح محسوس ہوتا ہے کہ سرکش شیاطین جو تھے وہ قید ہو گئے۔ میں ساتھیوں سے کہا

کرتا ہوں کہ سارا سال میڈکل کالج کے بے پردہ ماحول میں رہتے ہوئے بفضلہٖ تعالیٰ ہمیں کوئی ایسا خواب پورا سال نہیں آتا کہ جس سے غسل کی حاجت ہو جائے۔ لیکن یہاں جب اعتکاف میں بیٹھتے ہیں اور جب آپس میں قریب ہوتے ہیں تو قلوب کا حال ایک دوسرے پر آتا ہے، اکثر نوجوان ہوتے ہیں اور ان پر گردوپیش کے جذباتِ شہوانیہ چھائے ہوئے ہوتے ہیں تو آپس میں باہمی اختلاط ہونے سے اثر آتا ہے جس کا مجھ پر بھی اثر ہوتا ہے۔ جب میں صبح اُٹھتا ہوں تو کہتا ہوں کہ یہ جو نئے شیطان ڈیوٹی پر آئے ہوئے ہیں، ان کا تجربہ نہیں ہے کہ کس آدمی کے ساتھ کس طرح کا سلوک کرنا ہے، اور کس آدمی کو کس طریقے سے مارنا ہے۔ لہٰذا وہ ایسے طریقے سے کوشش کرتے ہیں جو عام طور پر نوجوانوں پر آزماتے ہیں۔ نوجوانوں کو اس کا بڑا غم ہوتا ہے کہ شہوانی جذبات کیوں آتے ہیں؟ وہ اکثر کہتے ہیں کہ ڈاکٹر صاحب ہمیں بیعت کرنے کا کیا فائدہ ہوا؟ یہاں ہم آتے ہیں لیکن ہمیں کچھ فائدہ نہیں ہو رہا ہے کیونکہ شہوانی جذبات آتے ہیں جو کہ یہاں نہیں آنے چاہئیں۔

ایک برخوردار بیمار پڑا ہوا تھا اور ڈاکٹر اس کا علاج کر رہے تھے، میں گیا اس کو دیکھنے کے لیے، وہ سخت (Tension) اضطراب میں مبتلا تھا۔ Depression کو اضمحلال اور Tension کو اضطراب کہتے ہیں۔ اُردو اور عربی میں میڈیکل کی ساری Terminology کو تبدیل کیا جا سکتا ہے لیکن یہ انگریز کی سازش کے تحت نہیں ہو رہا ہے کہ یہ لوگ اصل چیز کو سیکھ لیں گے اور ہم سے آگے نکل جائیں گے۔ ان کا کافی سارا زور انگریزی زبان کے سیکھنے پر ختم کرا دیا جائے کیونکہ اس طرح ہماری غلامی کا اثر بھی ان پر باقی رہ جائے گا۔ خیر میں نے اس لڑکے سے پوچھا کہ آپ کو کس بات سے اتنی تکلیف ہو رہی ہے؟ تو اس لڑکے نے کہا کہ مجھے محسوس ہوتا ہے کہ میں کافر ہو گیا ہوں کیونکہ مجھے اکثر غسل کی حاجت ہوتی ہے۔ میں نے کہا سُبحان اللّٰہ۔ ہم حج میں تھے اور یہ ۱۹۷۵ء کا واقعہ ہے، ہمارے ساتھ ایک کامل بزرگ تھے ایسی کامل شخصیت تھے کہ سخت جذباتِ شہوانیہ والا آدمی چند دن ان کی صحبت میں بیٹھتا تو باطن میں سکون آجاتا تھا۔ ایک دن منیٰ میں صبح کے وقت اپنے مریدوں سے کہا کہ میرے لئے پانی لاؤ مجھے غسل کی حاجت ہے۔ تو اُس نوجوان سے کہا کہ یہ تو درست صحت کی علامت ہے اور یہ تو کاملین حضرات کو بھی ہو جاتا ہے۔

ایک ان کے مرید جن کو ذکر و اذکار کا کافی فائدہ ہوا تھا چالیس دن کے لیے باہر چلے گئے۔ واپسی پر انھوں نے کہا کہ مجھے باطن میں جو سکون، نظروں کی حفاظت کی توفیق اور ذکر سے جو وابستگی تھی وہ واضح طور پر کم

ہوگئی ہے، اور رُوحانیت کا نقصان ہوگیا ہے۔ تو حضرت صاحبؒ نے پانچ دن انھیں بٹھایا، اس شخص نے بتایا کہ پہلے دن میرے بدن میں جو پھیلا ہوا زہر تھا وہ سر سے نیچے آتے آتے ناف تک آ گیا، دوسرے دن پاؤں سے چل کر اُوپر گھٹنوں تک آ گیا، تیسرے دن ناف اور گھٹنوں کے درمیان اگلے حصے سے زائل ہوا، چوتھے دن ناف اور گھٹنوں کے درمیان پچھلے حصے سے زائل ہوا، اور پانچویں دن اس کے مکمل اثرات زائل ہوگئے اُس نے اس کو خود محسوس کیا۔ آدمی جب کاملین کے ساتھ بیٹھتا ہے تو اس کے بدن کی ظلمت دُور ہوتی ہے باطن سے اندھیرا چھٹتا ہے اور نورانیت آتی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اصلاح کے لئے نظام بنایا ھے:

فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اصلاح کے لیے نظام بنایا ہے اُس اصلاح کے نظام میں آنا ہوتا ہے اور ساتھی ڈھونڈنے ہوتے ہیں ان کے ساتھ چلنا ہوتا ہے۔ جب چڑیوں کے بچوں کی پرورش مکمل ہوتی ہے اور وہ جب دیکھ لیتی ہے کہ ان کے پَر مکمل ہوگئے اور گھونسلے میں بیٹھا ہوا ہے تو چونچ سے دھکیل کر اس کو نیچے گرا دیتی ہے۔ جب بچہ گرتا ہے تو خود بخود اس کے پَر کُھلتے ہیں، تو چڑیا پہلے آ کر کندھوں سے اس کو سہارا دیتی ہے، پَر ہلا ہلا کر اس کو سکھاتی ہے کہ اس کو ایسے ایسے کرنا ہے۔ پھر وہ بچہ پَر ہلاتا ہے اور اس کو اندازہ ہوتا ہے کہ جب میں پَر ہلاتا ہوں تو میں ِگر نہیں رہا ہوتا بلکہ اُوپر کی طرف پرواز کر رہا ہوتا ہوں، اُوپر چڑھ رہا ہوں۔ جب وہ زیادہ دیر تک نہیں اُڑ سکتا تو وہ آہستہ سے آ کر ایک شاخ پر بیٹھ جاتی ہے۔ وہ بچہ بھی آہستہ سے آ کر ایک شاخ پر بیٹھ جاتا ہے، پھر تھوڑی دیر آرام کرنے کے بعد پھر پَروں کو پھڑ پھڑاتی ہے اور اُڑ جاتی ہے اور ایسے کرتے کرتے اس بچے کو اُڑنا سکھا دیتی ہے۔ جب اس کو اُڑنا، اپنے لیے کیڑے مکوڑے خوراک کے لیے ڈھونڈنا اور اس کو چونچ میں پکڑنا آجاتا ہے تو پھر یہ مطمئن ہو جاتی ہے۔ ایسے ہی سیکھنا ہوتا ہے۔

بیعت کے سلاسل میں تربیت کرنے والے مشائخ ساری تکالیف مریدوں کے ساتھ سہتے ہیں۔ کسی فقیر کے معدے میں خون نکلا تو ساتھیوں سے کہا کہ فلاں آدمی جو سامنے بیٹھا ہوا تھا اور تیس سال سے سلسلے میں تھا مگر شکل انگریز کی لیکر بیٹھا ہوا تھا، آج اس پر میں نے توجہ کی تو اس سے میری اپنی رگ اندر پھٹ گئی اور اس سے خون نکلا ہے۔ تو بھائی میرے یہ رحمت و شفقت کی چیزیں ہوتی ہیں جسے دینے والا عطا کرتا ہے اور دینے والا تو اللہ تعالیٰ ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے بندوں کو تقسیم کرنے پر لگایا ہے، کوشش کرنے کے لیے حکم دیا۔ کوشش

کرتے ہیں، محنت کرتے ہیں تو سیکھنے والا آگے بڑھتا ہے اور وہ جب اور بھی زیادہ محنت کرتا ہے تو اس کے نتیجے میں اللہ تبارک وتعالیٰ یہ دولت عطا فرماتا ہے جس دولت کا جواب زمین و آسمان میں نہیں۔ سُبحان اللّٰہ! کہ جنت اور جنت کی ساری نعمتیں، نماز اور تیرے اعمال کا بدلہ نہیں ہیں یہ تو اس پر انعام ہیں، اس کا بدلہ تو خود ذاتِ ذوالجلال ہے۔ جس وقت آخرت میں اللہ تبارک وتعالیٰ بندوں کو اپنا دیدار کروانے کے بعد فرمائے گا کہ اب میں تم سے راضی ہو گیا تو یہ وہ خوشی ہوگی کہ ساری جنت کی نعمتیں اور حُور وقصور کا حسن و جمال اور ساری کی ساری چیزیں اس کے آگے کوئی حیثیت نہیں رکھتیں، اس سے اتنی خوشی ہوگی اور اس کا آدمی کو اتنا لطف آئے گا کہ اس کا اندازہ نہیں۔ تو اس کی نیت کریں اور اس کی طرف آئیں، بڑھیں اور اس کو حاصل کریں۔ لیکن میرے بھائی یہ بات ایک دو دن میں حاصل نہیں ہوا کرتی۔ ہم سکول میں نویں یا دسویں میں پڑھتے تھے تو ہمارے ڈرل ماسٹر صاحب فوج کے ریٹائرڈ حولدار تھے۔ ہمارے ڈرل ماسٹر صاحب کو جمناسٹک کی ٹریننگ کے لیے لے گئے۔ اب وہ ماسٹر صاحب کوئی ڈیڑھ مہینہ نہیں آیا، خیر جب آیا تو اپنے ساتھ گدیلے اور پتہ نہیں کیا کیا چیزیں لیکر آیا۔ پھر لوگوں کو چھلانگیں لگانا اور قلابازیاں کھانا سکھایا، لوگوں کو تو بڑا مزہ آتا ہے۔ اس ڈرل ماسٹر صاحب سے پوچھا کہ آپ نے اتنا عرصہ کیوں لگایا ہے تو اس نے بتایا کہ چالیس دن تو ہمیں دوڑاتے رہے کہ چالیس دن دوڑنے کے بعد آپ کے پٹھے اور جوڑ فٹ ہونگے جمناسٹک کے لیے، ورنہ اس کے بغیر ہڈیوں کے ٹوٹنے کا، جوڑوں کے خراب ہونے اور پٹھوں کے بے جگہ ہونے کا خطرہ ہوتا ہے۔ کہتے ہیں کہ چالیس دن تک ہم کو دوڑاتے رہے اس سے پٹھے نرم ہوئے، بدن درست ہوا اس کے بعد انھوں نے ہمیں جمناسٹک کرائی۔ یہ تو ایک قلابازی لگانے کا فن ہے اور جو چیز رُوح میں اندر تک داخل کرائی جاتی ہے اس میں جب اللہ تعالیٰ کا تعلق داخل کیا جاتا ہے تو اس کے لیے بھی کوشش ہے، تو اس کو حاصل کرنے کی نیت کریں اور دُنیا کی مختصر زندگی ہے اس کو ضائع ہونے سے بچائیں، برف کی ڈلی ہے پگھل جائے گی۔ موت سے پہلے پہلے کچھ حاصل کر لیں اور جس دنیا کو ہم اور آپ پیارا سمجھتے ہیں وہ بھی بنتی ہے اور بہت بنتی ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ باقیوں سے زیادہ اچھا رکھتا ہے۔

(جاری ہے)

آج کل کے حالات

(ادارہ)

ملکِ پاکستان انتہائی مشکل حالات سے دو چار ہے۔ خاص طور پر سوات میں طالبان اور حکومتی چپقلش اس حال کو پہنچ گئی ہے کہ بے گناہ آبادی فاقوں، بیماریوں اور موت کا شکار ہو رہی ہے۔ لاکھوں افراد نے نقل مکانی کر لی ہے۔ ڈاکٹر عابد صاحب، ایسوسیئٹ پروفیسر، کبیر میڈیکل کالج، پشاور نے بتایا کہ رحیم آباد، مینگورہ کی بمباری سے بھاگ کر آنے والے حضرات کو انہوں نے اپنے گاؤں جلال کلے میں اپنے حجرے میں پناہ دی ہے۔ یہاں تک حالات ہوئے کہ اس قافلے میں ایک عورت کی زچگی سڑک پر ہوئی۔ یہ طالبان کون ہیں؟ کیوں لڑ رہے ہیں؟ کس کے فنڈ سے لڑ رہے ہیں؟ عام آدمی تو اس سے بالکل بے خبر ہے۔ حکومت کیوں بمباری کر رہی ہے؟ کیا مذاکرات سے یہ مسائل حل نہیں ہو سکتے؟ عام آدمی اس بات کو بھی نہیں سمجھ پا رہا۔ بہر حال آنے والوں کو سہارا دینا، اُن کی ضروریات کا بندوبست کرنا یہ تو سب کے ذمے ہے۔ ادارہ اشرفیہ عزیزیہ نے اپنے محدود وسائل کے پیشِ نظر دو جگہوں لوند خوڑ اور جلال کلے کو منتخب کیا ہے۔ یہاں سلسلہ کے ذمہ دار ساتھی موجود ہیں جو پوری ذمہ داری کے ساتھ مستحقین کی تحقیق کر کے اُن تک امداد پہنچائیں گے۔

☆☆☆☆☆☆☆

صفحہ ۳۱ سے آگے) بندہ اُن لوگوں میں سے ہے کہ پشاور یونیورسٹی سے ہم لوگوں نے کوثر حیات کو چار مہینے کے لئے وصول کیا جنہوں نے جناب طارق جمیل صاحب کو سہ روزے کے لئے نکالا۔ اللہ تعالیٰ کا جناب طارق جمیل صاحب پر بہت فضل ہے کہ دعوت الی اللہ کا اہم کام کر رہے ہیں، بیان میں بلا کی تاثیر ہے۔ بندہ نے جب بھی بیان سنا آنکھیں بھیگی ہیں، دل دھڑکا ہے اور جذبات اُبھرے ہیں۔ اللہ اُن کی عمر اور صحت میں برکت نصیب فرمائے۔

یہ تبلیغ کا کام حضرت مولانا الیاس رحمۃ اللہ علیہ کی ترتیب اور اُن کے اُصولوں پر ہی کامیاب ہوگا۔ اُن کی ترتیب کسی کی تائید، تردید اور کسی پر تبصرہ کرنے سے بچتے ہوئے اپنی بات کو مثبت اور محکم انداز میں پیش کرنا ہے۔ تھوڑا عرصہ پہلے جناب حاجی عبدالوہاب صاحب نے ترتیب بدلنے کی کوشش کی تو اُس سے کتنی پیچیدگیاں پیدا ہو گئیں۔ محققین عرصہ دراز سے اس بات کو شدت سے محسوس کر رہے ہیں کہ سال (۹ چلے) لگانے والے علمائے کرام کو کم از کم ایک چلہ کہیں محققین مشائخ کی صحبت میں گزارنا چاہیئے۔ ورنہ یک رُخے ہی چل رہے ہوں گے اور دین کے دوسرے شعبوں کے ساتھ تردید، تقابل، تنقیص اور تنقید کی ترتیب اختیار کر لیں گے۔

جنگ آزادی ۱۸۵۷ء کا ایک باب (پہلا حصہ)

(پروفیسر ڈاکٹر سید اطہر غنی، شعبۂ پیتھالوجی، کبیر میڈیکل کالج، پشاور)

(جنگ آزادی ۱۸۵۷ء کو ۲۰۰۷ء میں ۱۵۰ سال گزر چکے ہیں۔ درج ذیل اس سلسلے میں خاندانی قلمی کتاب 'تذکرۃ السادات' کے ضمیمہ سے سید موئید علی بخاری صاحب کی آپ بیتی کے باب کا اقتباس ہے۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ ان دنوں شرفاءِ دہلی پر کیا گزری۔ سید موئید علی میرے نانا محمد مصباح الدین حقی کے عزیز (سیکنڈ کزن) تھے اور ۱۸۵۷ء میں ۴ سال کے تھے۔ میرے سسر سید منور علی مرحوم سید موئید علی کے پوتے تھے۔ ان کا خاندان جنگِ آزادی کے بعد نقل مکانی کر کے جالندھر میں آباد ہو گیا تھا۔ اصل کتاب فارسی میں ہے جس کا میں نے اردو ترجمہ کیا ہے۔ ڈاکٹر سید اطہر غنی)

جب غدر (جنگِ آزادی) کا فتنہ برپا ہوا اور چار ماہ تک طول کھینچ گیا تو فتنہ جُو چہار جانب سے دہلی پہنچ گئے۔ بہانہ تو غیر ملکی حکومت سے وطن کو آزاد کروانے کا تھا مگر کوئی سالار یا سردار نہ تھا۔ ملک کی آزادی کی تو کوئی صورت پیدا نہ ہوئی خود بھی فوجی نظم وضبط سے آزاد ہو کر شہر کے آزاد منشوں کے ساتھ مل کر قتل وغارت میں مصروف ہو گئے۔ شرفاء کے لئے جینا دشوار کر دیا، ہر ادنیٰ اور اعلیٰ پر رزق کے دروازے بند ہو گئے، قیمتیں چڑھ گئیں۔ بازار جاتے تو غنڈے کپڑے تک اتروا لیتے، گھر میں رہتے تو دروازہ توڑ کر اندر گھس آتے اور جو ہاتھ آتا لے بھاگتے۔ اس کشمکش میں نہ بچوں کو تکلیف دینے سے جھجکتے نہ عورتوں کو قتل کرنے میں کوئی تامل کرتے۔

ہمارے اور دیگر عزیزوں کے گھر ایک بڑے احاطہ میں تھے جس کا نام 'کوچۂ مفتیاں'[1] تھا۔ اس کوچے کا ایک بڑا پھاٹک تھا۔ جب فسادیوں کا شور وغل سنائی دیتا تو اس پھاٹک کو بند کر کے عورتیں بچے ایک جگہ جمع ہو جاتے اور مرد دروازوں اور چھتوں پر کھڑے چوکیداری کرتے رہتے۔ خواتین اپنے اپنے بچوں کو ساتھ چمٹا کر ڈر سے کانپتی رہتیں کہ نہ جانے کیا بلا نازل ہو۔ میری والدہ فرماتی تھیں، ''یہ صورت حال دن میں دو تین بار ہوتی تھی۔ میں بھی موئید علی کو، جو اس وقت چار سال ہی کے تھے، اپنے سینے سے چپکائے رکھتی تھی مگر

---

[1] یہ مفتی محبّ الحق حقی اور مفتی اکرام الدین وغیرہ کی وجہ سے کوچہ مفتیاں کہلاتا تھا۔ مفتی اکرام الدین صاحب اکبر شاہ ثانی کے دور میں دہلی کے چیف جسٹس تھے۔ سرکاری کاغذات میں اس کا نام حویلی مفتی اکرام الدین تھا، یعنی اصل میں یہ ان کی حویلی تھی مگر اتنی بڑی تھی کہ بعد میں اس میں پورا محلّہ آباد ہو گیا (ایسا ہی ایک محلّہ 'حویلی میر ہاشم' بھی تھا اور نہ جانے کتنے ہی اور) ہماری ننھیال یعنی حقی خاندان (شیخ عبدالحق محدث دہلوی کی اولاد) کے گھر اسی محلّہ 'کوچہ مفتیاں' میں تھے۔

کبھی یہ خیال آتا کہ کسی نے میری گود سے بھی چھین لیا تو دل پر کیا گزرے گی، تو اتار کر اپنے سے دور زمین پر بٹھا دیتی۔ پھر سوچتی موت سے پہلے اسے اپنے آپ سے کیوں جدا کروں تو پھر ساتھ چمٹا لیتی''۔ دن ایسے ہی گزرتے رہے۔ راتوں کو جوان دالانوں کی چھتوں پر پہرہ دیتے اور بوڑھے باہر کے دروازے کے سامنے بیٹھے رہتے۔ شکر ہے کہ علاقہ بھی محفوظ تھا اور محلّہ والے کثیر تعداد میں ہونے کے علاوہ متحد بھی تھے اس لئے اللہ تعالیٰ کے فضل سے فسادیوں کو غارت گری کی ہمت نہ ہوئی۔

صرف ایک مرتبہ ایک بڑی بلا نمودار ہوئی مگر بخیر گزر گئی۔ شاہ دہلی (بہادر شاہ ظفر) کے عزیزوں میں سے ایک بزرگ بیوہ خاتون بھی اس محلّہ میں رہتی تھیں [۱]۔ ان کی ایک نوجوان خوبصورت کنیز تھی۔ مرزا ابو بکر جو بہادر شاہ ظفر کے پوتے تھے اور جرنیلی کا منصب اپنا کر فتنہ انگیز فوجوں پر حکمرانی کر رہے تھے، ایک دن اس خاتون کے گھر آئے اور اس کنیز کو دیکھ کر اس پر فریفتہ ہو گئے۔ بولے ''میں رات کو آ کر اس کنیز کو لے جاؤں گا یا رات یہیں بسر کروں گا''۔ وہ خاتون ان کے سامنے کچھ نہ بولیں، ان کے جانے کے بعد میر محلّہ مولوی احسان الحق حقی مرحوم [۲] کے پاس یہ پیغام بھجوایا کہ محلّہ کا پھاٹک بند کر لیں۔ رات کا ایک پہر ہی گزرا تھا کہ مرزا ابو بکر آ پہنچے اور پھاٹک بند پا کر غصہ میں آ گئے۔ جوانی اور حکمرانی کا نشہ نا تجربہ کاری اور کچی عقل کے ساتھ مل کر سر میں ایسا سمایا کہ کسی سے کچھ کہے سنے بغیر گھوڑے پر بیٹھ کر پھاٹک کے سامنے جم گئے اور اپنے ساتھیوں میں سے ایک کو دوڑایا کہ ''ایک توپ اور گولہ بارود لے آؤ تا کہ اس محلّہ کو مٹی میں ملا دوں''۔

ان کی یہ بات سن کر سارے محلے والے نکل آئے اور ان کی منت سماجت کرنے لگے۔ مگر شہزادہ کے دماغ میں دو روزہ حکمرانی کا نشہ ایسا سمایا ہوا تھا کہ ایک حرف سننے کے بھی روادار نہ تھے۔ سب کو اپنے سامنے سے ہٹا دیا اور جواب دیا کہ ''اب تو توپ کے دھانے سے ہی بات ہو گی''۔

مولوی انوار الحق [۳] جو مولوی احسان الحق کے صاحبزادے تھے دوڑے دوڑے قلعہ پہنچے کہ دوسرے شہزادوں سے فریاد کریں۔ میرے والد صاحب، میر سید علی، اپنے ایک عزیز کے پاس پہنچے، جو رسالدار

---

[۱] ان کا گھر تقسیم ملک ۱۹۴۷ء تک موجود تھا اور شہزادی کا گھر کہلاتا تھا۔

[۲] مولوی احسان الحق صاحب میری والدہ مرحومہ کے پردادا اور والد سید عبدالغنی مرحوم کے پرنانا تھے۔

[۳] مولوی انوار الحق صاحب میری والدہ مرحومہ کے دادا اور والد مرحوم کے نانا تھے اور سید موئید علی صاحب کے والد میر سید علی صاحب کے سگے ماموں زاد تھے۔

تھے اور اپنے رسالہ کے ساتھ افواجِ دہلی میں شامل تھے۔ رسالدار صاحب یہ ماجرا سنتے ہی گھوڑے پر سوار ہو کر توپ کے پہنچنے سے پہلے ہی شہزادہ کے پاس پہنچ گئے اور اہلِ محلّہ کا قصور معاف کرنے کی التجا کرنے لگے۔ مگر شہزادہ نے نشۂ اقتدار میں منہ پھیر لیا۔ رسالدار صاحب نے عرض کیا ''صاحبِ عالم یہ سب آپ کے باپ دادا کی رعایا ہیں اور اس سزا کے ہرگز مستحق نہیں ہیں۔ اگر آپ اپنے اس ارادہ سے باز نہیں آتے اور یہی چاہتے ہیں کہ ان سب کو توپ سے اڑا دیں، تو سن لیں کہ میرا پورا رسالہ اس محلے کے سامنے صف آرا ہو جائے گا، اور اس سے پہلے کہ توپ انداز توپ میں گولہ رکھیں میرے یہ جانباز، جو پہلے ہی جان ہتھیلی پر لئے پھرتے ہیں ان میں سے کسی کو بھی زندہ نہ چھوڑیں گے۔ اور ہم لوگ جو آپ کی خاطر اپنی تلواریں بے نیام کئے ہوئے ہیں آپ کی رعایا کی خاطر جان سے گزر جائیں گے۔ جب تک ہم سب موت کو گلے نہ لگا لیں آپ کی توپ اندازی کی یہ تمنا ہرگز پوری نہ ہو سکے گی۔ مصلحت اسی میں ہے کہ ہم لوگوں کو، جو آپ کے دست و بازو ہیں، اپنے مقابل اتنا دلیر نہ ہونے دیں اور اپنے اس قبیح ارادہ سے باز آجائیں''۔ غرض رسالدار صاحب نے اتنی سرزنش و تنبیہ کی کہ شہزادہ خائف اور پشیمان ہو کر اپنے اس ارادۂ بد سے باز آ کر واپس چلا گیا۔

اسی قسم کے اندیشے اہلِ شہر کو گھیرے ہوئے تھے کہ ایک اور قیامت برپا ہوئی، یعنی انگریزی افواج پنجاب سے آ پہنچیں اور دہلی پر گولہ باری شروع کر دی۔ گولے بادلوں کی سی کڑک اور بجلی کی طرح سروں پر سے گزرتے ہوئے قلعہ کی طرف جاتے تھے۔ عورتیں اور بچے جو پہلے ہی نیم جاں ہو چکے تھے سہم کر رہ جاتے۔ حملہ آوروں نے شہر میں چھپے ہوئے اپنے ہمدردوں کے ذریعے دیواروں پر اشتہار لگوا دئے تھے کہ 'ہماری دشمنی صرف سرکش فوج سے ہے اور ہم اہلِ شہر کو کوئی نقصان نہ پہنچائیں گے'۔ مگر فاتح جب کسی شہر میں داخل ہوتے ہیں تو ان کے لیے دوست اور دشمن میں تمیز کرنا مشکل ہو جاتا ہے۔ بہر حال اس اعلان سے اہلِ شہر کچھ مطمئن ہو گئے۔ ہمارے بزرگوں نے بھی دو تین مہینے کا سامان اس ارادے سے گھر میں جمع کر لیا تھا کہ اس دوران گھروں سے نہ نکلیں گے۔ مگر بدقسمتی سے یہ ارادہ پورا نہ ہو سکا کیونکہ جب انگریزی فوج کشمیری دروازے کے پاس سے فصیل توڑ کر شہر میں داخل ہوئی تو اس علاقہ کے گھروں میں گھس کر قتل و غارت گری شروع کر دی۔ جب یہ خبر دو چند ہو کر اور لوگوں تک پہنچی تو سب ڈر کر بھاگنے لگے، مگر شہر کے دروازوں پر شاہی فوج کا پہرہ تھا۔ وہ کہتے ''ہم تمہاری خاطر آزادی کی جنگ لڑ رہے ہیں، تمہیں بھاگتے ہوئے شرم نہیں آتی؟ یہیں رہو اور ہمارے ساتھ

ساتھ تم بھی خاک وخون میں نہاؤ‘‘۔ مگر پھر وہ بھی اپنے ہی قول پر قائم نہ رہ سکے اور جلد ہی ان میں سے اکثر شہر کے دروازے کھلے چھوڑ کر فرار ہوگئے۔ ہمارے خاندان والوں نے بھی لوٹ مار کی خبریں سنیں تو یہ قافلہ تین مرتبہ خواتین کو بہلیوں (بیل گاڑیوں) پر سوار کر کے شہر کے دروازے تک پہنچا مگر وہاں کے دربانوں کی سختی سے مایوس ہوکر واپس پلٹ آیا۔ عورتیں روتی رہتی تھیں، بچے فریاد کرتے تھے اور مرد بازوؤں پر سر رکھے سوچ میں گم رہتے۔

گولے دن رات سروں پر سے گزرتے تھے، فاتح فوج کا شوروغل روز بروز قریب سے قریب تر ہوتا جاتا تھا، شہر کی فوج کے خوبرو جوان افسردہ چہروں اور خشک لبوں کے ساتھ ادھر سے اُدھر دوڑتے پھرتے تھے۔ ہر شخص دوسرے کے حال سے بے خبر اور اپنی جان کے خوف سے لرزاں تھا۔ ان دو تین دنوں نے شہر کے اوباشوں کو بھی اپنے کرتوتوں پہ پشیمان کر دیا اور وہ بھی غارت گری بھول گئے۔ سرکش افواج اگرچہ باتدبیر سرداروں سے محروم تھی مگر جب دشمن کو اتنا قریب پایا تو وہ بھی جم گئیں اور شہر کے بازاروں میں دشمن فوج کی ہر ہر قدم پر مزاحمت کی۔ (اس مزاحمت کی شدت اس بات سے عیاں ہے کہ) انگریزی فوج کشمیری دروازہ سے دہلی دروازہ تک، جو ہمارے گھروں کے قریب تھا، کہیں تین دن میں پہنچ سکی۔ اس دوران ہمارا قافلہ موقع پا کر شہر سے نکل گیا۔ حالت یہ تھی کہ تن کے کپڑوں کے علاوہ، سوائے ان چند زیورات کے جو خواتین نے گھیر دار کپڑوں کے نیچے گلوں میں پہنے ہوئے تھے، کوئی بھی چیز ساتھ نہ تھی۔ بے سروسامانی کا یہ عالم تھا کہ ہمارے عزیزوں میں سے ایک خاتون، جو اپنے شوہر کے ساتھ حضرت سلطان المشائخؒ کی خانقاہ میں پناہ لئے ہوئے تھیں، غم کی شدت سے چل بسیں۔ شوہر، جو بہت سا سونا سیخوں کی شکل میں گھر کی شہتیروں میں چھپا کر آئے تھے، اہلیہ کے لئے کفن تک نہ لے سکے اور انھیں ان ہی پرانے کپڑوں میں دفن کرنا پڑا۔ امن ہونے کے بعد جب وہ واپس آئے تو گھر کی چھت ٹوٹی ہوئی تھی اور باقی سب سامان کے ساتھ سونا بھی غائب تھا۔ ہمارے بزرگوں نے بھی گھر کا سب قیمتی سامان تہہ خانے میں رکھ کر اس کا دروازہ اینٹوں سے چن دیا تھا۔ بعد میں جب آنا ہوا تو وہاں کچھ نہ پایا۔ معلوم ہوا کہ اپنے ہی ملازموں نے جن میں معمار، خاکروب اور سقہ شامل تھے، مخبری کر دی تھی۔

ہمارے بزرگ گھر سے نکلنے کے بعد تین کوس کے فاصلہ پر عرب سراء [1] میں رات گزارنے کے لئے ایک عزیز کے ہاں ٹھہرے۔ دوسرے دن انگریزی فوج وہاں بھی آ پہنچی اور پناہ گزین، جو وہاں جوق در جوق پہنچ گئے تھے اور جن کا پِتّا انگریزوں کے ڈر سے پانی ہوتا تھا، عرب سرا کی پچھلی فصیل توڑ کر بھاگ نکلے۔ ہمارا قافلہ بھی اسی راستے سے نکلا۔ والدہ صاحبہ فرماتی تھیں "جب سفر کا اعلان ہوا تو ہم عورتیں بھی اسی سوراخ کے پاس کھڑی ہوگئیں۔ ہم اس انتظار میں تھیں کہ بہلیاں دوسری طرف سے یہاں پہنچیں تو ان پر سوار ہوں۔ اب جو دیکھا تو ایک انبوہِ کثیر، جس میں مرد عورت سب شامل ہیں، چلنے کو تیار ہے۔ غیروں کے سامنے پاؤں نہ اٹھتے تھے، ہم ششدر رہ گئیں۔ ایک سفید ریش بزرگ جو زار و قطار رو رہے تھے، بولے "بیبیو! تم ہماری مائیں بہنیں ہو، پردہ داری کا وقت نہیں۔ باہر آ جاؤ، اب صحرا نوردی اور خاک چھاننا ہماری قسمت میں لکھا جا چکا ہے۔ کوئی کر ہی کیا سکتا ہے"۔ ان کے برابر ہی سے ہمارے والد صاحب کی آواز آئی "بدنصیبو قدم بڑھاؤ۔ شرم و حجاب کب تک"۔ چادریں سروں پر ڈال کر آواز نکالے بغیر چپکے چپکے روتی ہوئی باہر نکل آئیں۔ اب جو دیکھا تو بیابان کا ہر حصہ لوگوں سے پٹا پڑا ہے۔ عورتوں میں چلنے کی سکت نہیں، بچے اور وبال بنے ہوئے ہیں۔ مرد بھیڑوں کے گلے کی طرح ہر چیز پاؤں تلے روند رہے ہیں۔ بوڑھے تھک کر راستہ کے پتھروں پر بیٹھ جاتے ہیں۔ عورتیں ہر قدم پر پاؤں سے کانٹے نکالنے بیٹھ جاتی ہیں۔ راستہ ملتا بھی نہ تھا اور کسی کو راہ معلوم بھی نہ تھی۔ کچھ معلوم نہ تھا کہاں جا رہے ہیں اور پہنچیں گے کیسے۔

---

[1] عرب سرائے، ان عربوں کے لئے ہمایوں بادشاہ کی ملکہ اور اکبر کی سوتیلی والدہ نواب حاجی بیگم نے بسائی تھیں، جنھیں وہ حج سے واپسی پر مستقل برکت کے خیال سے وہاں سے ساتھ لائی تھیں۔ ان میں سو سادات، سو شیخ اور سو خادمین شامل تھے۔ ان کے لیے یہ شاندار جائے رہائش ہمایوں کے مقبرہ کے قریب تعمیر کروائی تھی، جس کی اپنی فصیل اور بہت شاندار دروازے تھے۔ سرسید نے اپنی کتاب 'آثار صنادید' میں اور سید احمد دہلوی نے اپنی کتاب 'فرہنگِ آصفیہ' میں (جو اردو زبان میں پہلی انسائیکلو پیڈیا ہے) عرب سراء کا مفصل حال بیان کیا ہے۔ یہ سید احمد دہلوی میرے دادا کے پھوپھی زاد بھائی تھے اور امام صاحب جامع مسجد دہلی سید حمید صاحب (موجودہ امام سید عبداللہ بخاری کے والد) کے نانا تھے۔ بعد میں عرب سراء کو نئی دہلی میں شامل کر لیا گیا مگر اس کا شاندار دروازہ جس میں سے ہاتھی مع ہودج گزر سکتا ہے اور اس کی جامع مسجد، بطور آثارِ قدیمہ، اب بھی باقی ہیں۔ ہمارے اجداد عرب سراء کے ان ہی سادات میں سے جعفری سادات کی ایک شاخ بافقیہ قبیلہ سے تھے، جو عالمِ فقہ سید محمد بن علی کی اولاد ہیں۔ یہاں جن عزیز کا ذکر ہے وہ اغلباً میرے دادا کے چچا سید حسن صاحب تھے جن کی اہلیہ حقی خاندان سے تھیں۔

(جاری ہے)

موت العالِم موت العالَم

ترجمہ: عالم کی موت گویا ساری دنیا کی موت ہے۔

(ڈاکٹر فدا محمد صاحب مدظلہٗ)

حضرت مولانا سرفراز صفدر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کم و بیش ایک صدی عمر پا کر اس جہانِ فانی کو چھوڑ کر واصل الی اللہ ہو گئے۔ اس ایک صدی میں سے طالب علمی کا دور نکالنے کے بعد تقریباً تین چوتھائی صدی اشاعتِ دین کی سرگرمیوں میں گزری۔ اَبنائے دیوبند کی اپنے دور کی چند ایک نمائندہ شخصیات میں سے تھے۔ وسعتِ مطالعہ، دقتِ نظر اور فہمِ رسا میں اپنی مثال آپ تھے۔ ملک میں دیوبندی، اشاعتی اور بریلوی چپقلش شدت اختیار کر گئی تو انہوں نے قلم اُٹھایا اور قرآن و حدیث کی روشنی میں مسلکِ اعتدال کی نمائندگی کرتے ہوئے ایسی تصانیف اُمت کو دیں کہ ہر طبقہ کے مثبت ذہن اور قلبِ سلیم رکھنے والوں نے تسلیم کیا اور چپقلش سے باز آئے۔ بندہ کی معلومات میں قاضی زاہد الحسینی صاحب رحمۃ اللہ علیہ پہلی شخصیت ہیں جنہوں نے اشاعت والوں کے عقائد کے بارے میں نشاندہی کی۔ مولانا سرفراز صفدر صاحبؒ چونکہ مولانا حسین علی صاحب کے نقشبندیہ طریقہ میں براہِ راست خلیفہ تھے اس لئے انہوں نے خاص طور سے اشاعت والوں کی علمی رہنمائی کی۔ اللہ تعالیٰ اُن کے درجات بلند فرمائے۔ سلسلے کے ساتھی انہیں ایصالِ ثواب کریں کیونکہ اِن حضرات کے اُٹھنے کے بعد ان کے فیوض برکات ان لوگوں پر تقسیم ہوتے ہیں جو انہیں ایصالِ ثواب کرتے ہیں۔

الطاف صاحب کی والدہ کی رحلت:

رسالہ غزالی کی مجلسِ ادارت کے رکن اور سلسلہ اشرفیہ عزیزیہ کے منتظم جناب الطاف صاحب کی والدہ رحلت فرما گئیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں مغفرت تام نصیب فرمائے اور جنت الفردوس میں ٹھکانہ عطا فرمائے۔ مرحومہ بندہ کی اہلیہ کے ساتھ حج کئے ہوئی تھیں۔ حج میں سفر کی تکلیف کی وجہ سے کچھ نہ کچھ رنجش اختلاف ہو ہی جاتا ہے لیکن مرحومہ کی ایسی نوبت کبھی نہیں آئی۔ ایک تعلق بڑی بوڑھیوں کا بہوؤں کے ساتھ ہوتا ہے جو چپقلش کی بنیاد بنتا ہے، مرحومہ کی طبیعت میں کسی کے کام میں

بے جامداخلت کرنا یا کسی کو طنز، طعنہ سے پریشان کرنا تھا ہی نہیں۔ لہٰذا ان کی بہوئیں ان سے انتہائی خوش رہیں۔

الطاف صاحب کے والد صاحب کی اطلاع کے مطابق ۴۵ سالہ ازدواجی زندگی میں کبھی ان سے نماز قضا نہیں ہوئی۔ غمی شادی کے موقعوں پر عموماً محتاط آدمیوں کی نماز رہ جاتی ہے، ایسے موقعوں پر مرحومہ پہلے سے باوضو جاتی تھیں بروقت خود نماز پڑھتی تھیں۔ داعیانہ طبیعت کی مالکہ تھیں اس لئے باقی عورتوں کو بھی بروقت نماز پڑھنے کے لئے متوجہ کرتی تھیں۔

تین ہزار مرتبہ درود شریف، دو ہزار مرتبہ کلمہ طیبہ، ۱۲ پارے تلاوتِ قرآن اور دلائل الخیرات روزانہ کا معمول تھا۔ اس عمر اور بیماری کے باوجود آخری سال کے پورے روزے رکھے۔ وفات والی رات کی آخری نماز بھی قضا نہیں ہوئی۔

حیرت انگیز طور پر جنازے پر بادل ہوئے اور دفن کے بعد بارانِ رحمت کی پھوار ہوئی۔

مرحومہ سلسلہ میں بیعت تھیں۔

☆☆☆☆☆☆☆

صفحہ ۱۵ سے آگے:

جب اپنے سلسلہ کے نصاب سے ایک عرصہ وابستہ رہ کر آدمی اپنے سلسلے کا رنگ پورا حاصل کر لے اور اس کے اندر فہم اور بصیرت پیدا ہو جائے تو اس کے بعد وہ ہر قسم کی کتاب پڑھ کر اس کے فوائد حاصل کر کے اس کے نقصان سے محفوظ رہ سکتا ہے۔ اور اس کے دل کی روشنی اس کو کتاب کی کمیوں کوتاہیوں پر آگاہ کر دے گی۔ بلکہ ہمارے حضرات کی تو یہاں تک مشق ہوتی ہے کہ کتاب کی تحریر کے وقت لکھنے والے آدمی کے باطن کا کیا حال تھا، اس تک کو معلوم کر لیتے ہیں اور مطالعہ کے بعد دل پر اندھیرے یا روشنی کے اثرات کو محسوس کرتے ہوئے معلوم کر لیتے ہیں کہ لکھنے والے کا دل نورانی تھا یا اس پر ظلمت اور اندھیرا تھا۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اہلِ حق بزرگوں کی کتابیں پڑھنے کی توفیق عطا فرمائے اور غیر مستند لوگوں کی تحریروں سے ہماری حفاظت فرمائے۔ امین!

اجتماع و افتتاح

(ڈاکٹر فدا محمد صاحب دامت برکاتہم)

اس دفعہ کا ماہوار اجتماع ۳۰ اپریل بعد مغرب شروع ہوا۔ اجتماع سلسلہ کی نئی تعمیر شدہ مسجد میں ہوا جس سے مسجد و خانقاہ کا افتتاح ہوا۔ افتتاحی بیان جناب حضرت مولانا ڈاکٹر شیر علی شاہ صاحب دامت برکاتہم کا ہوا۔ ساتھی بہت ذوق وشوق اور جوش وخروش سے شامل ہوئے۔ حضرت کا بیان علمی، معلوماتی، روحانی فیوض و برکات سے معمور اور انتہائی جوش وخروش والا تھا۔ ساتھیوں کے نعرے اور کپڑے پھاڑنے کا منظر دیدنی تھا۔ صبح بیان، تعلیم، ختمِ خواجگان چشت اور دعا کے ساتھ اجتماع ختم ہوا۔

مندرجہ ذیل پانچ احباب کو سلسلہ کی دستارِ خلافت عطا ہوئی۔

۱۔ الطاف حسین صاحب، استاد شعبۂ معاشیات، اسلامیہ کالج، پشاور۔

۲۔ ڈاکٹر محمد طارق صاحب، چیئرمین شعبۂ فزیالوجی، کبیر میڈیکل کالج، پشاور۔

۳۔ پروفیسر ڈاکٹر قیصر علی صاحب، شعبۂ سول انجینئرنگ، یونیورسٹی آف انجینئرنگ، پشاور۔

۴۔ ڈاکٹر ثناءاللہ صاحب کاکاخیل، ٹریژرر (Treasurer)، پشاور یونیورسٹی۔

۵۔ پروفیسر ڈاکٹر عبدالمتین صاحب، پرنسپل گومل میڈیکل کالج، ڈی آئی خان۔

☆☆☆☆☆☆☆

اعلان

آئندہ ماہانہ اجتماع انشاءاللہ تعالیٰ چھ جون ۲۰۰۹ء بروز ہفتہ خانقاہِ اشرفیہ عزیزیہ میں منعقد ہوگا۔ بیان مغرب تا عشاء ہوگا۔

سلسلہ کے ساتھیوں کے سوالات

(ڈاکٹر فدا محمد صاحب دامت برکاتہٗ)

جناب ڈاکٹر شاہد حبیب صاحب، جناب ڈاکٹر صفدر صاحب اور جناب ماسٹر عزیز احمد صاحب نے ایک اہم مسئلے کے بارے میں سوالات کر کے جوابات طلب کیے ہیں۔ شاہد صاحب نے ریاض سے ایک کیسٹ بھیجی جس میں جناب مولانا طارق جمیل صاحب مدظلہٗ کا چند باطل طبقات اور حضرت مولانا اشرف علی تھانوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں تبصرہ ہے۔ صفدر صاحب نے اسی موضوع پر جناب عبدالجبار سلفی صاحب کی تحریریں بھیجی ہیں۔ عزیز صاحب کا کہنا ہے کہ ایک بیان میں انہوں نے سنا تھا کہ خانقاہی نظام ختم ہو چکا ہے۔ سلسلہ میں بیعت حضرات رہنمائی کے لئے ایسی باتیں پوچھتے ہوتے ہیں۔

ایک طبقہ پر تبصرہ کرتے ہوئے انہوں نے فرمایا کہ صحابہ کرامؓ کو کافر کہنے والا کافر نہیں ہوتا ہے۔ اس سلسلے میں بندہ کی طرف سے فضائل اعمال کی حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریا صاحبؒ کی تحریر پیشِ خدمت ہے۔ فضائلِ اعمال مطبوعہ کتب خانہ فیضی کے صفحہ ۴۰۰ پر سورۂ فتح کے آخری آیت کا ترجمہ اور تفسیر ہے۔ آیت کے حصہ کَزَرْعٍ اَخْرَجَ شَطْاَهٗ فَاٰزَرَهٗ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوٰى عَلٰى سُوْقِهٖ يُعْجِبُ الزُّرَّاعَ لِيَغِيْظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ ط (مثال صحابہ کرامؓ کی۔ "جیسا کھیتی کہ اُس نے اول اپنی سوئی نکالی پھر اُس کو قوی کیا پھر اپنے تنے پر سیدھی کھڑی ہوگئی کہ کسانوں کو بھلی معلوم ہونے لگی تا کہ ان کافروں کو جلائے") کے ضمن میں حضرت شیخؒ نے صفحہ ۴۰۱ پر لکھا ہے "تیسری اہم بات یہ ہے کہ حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور علماء کی ایک جماعت نے اس آیت سے اُن لوگوں کے کفر پر استدلال کیا ہے جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کو گالیاں دیتے ہیں، برا کہتے ہیں اُن سے بغض رکھتے ہیں۔ (ابن کثیر)"

یہاں صرف گالیاں دینے اور برا کہنے پر کفر کا فتویٰ ہے۔ صحابہ کرامؓ کو کافر کہنا تو اس سے کہیں بڑھ کر ہے۔ یہ کافر کہنا تو قرآن کی آیت رضی اللّٰہ عنهم و رضو عنه کا براہ راست رد کر رہا ہے۔

دوسرے طبقہ پر بحث کرتے ہوئے انہوں نے فرمایا کہ اُن کے بڑے، عاشقِ رسول ﷺ تھے، غلبۂ عشق میں اُن سے چند بدعتیں ہوگئی ہیں۔ انہوں نے علمائے دیوبند پر کفر کا فتویٰ لگایا۔ اس سلسلے میں عرض ہے کہ غلبۂ حال میں منصورِ حلاجؒ سے انا الحق کا نعرہ بلند ہوا تھا جس کے بدلے میں اُس دور کے علماء اور صوفیاء نے مل کر اُن کی پھانسی کا فیصلہ کیا تھا کیونکہ یہ عشقِ الٰہی جس نے اُن کے ہوش وحواس کو گم کیا تھا عوام الناس کے عقائد خراب ہونے کی بنیاد بن رہا تھا۔ بریلوی حضرات کی ترتیب صرف غلبۂ عشقِ رسول ﷺ کے گرد نہیں گھوم رہی بلکہ ۱۸۵۷ء کی جنگِ آزادی کے

بعد انگریز کو علمائے دیوبند پر جب کفر کا فتویٰ لگانے کی ضرورت پیش آئی تو اس سلسلے میں یہ خدمت ان عشاق کے ہاتھوں ہی ہوئی۔ جس کا ثبوت وہ درخواست ہے جو پچاس گدی نشینوں کے دستخطوں کے ساتھ لندن کی لائبریری کے شعبہ انڈیا آفس ریکارڈ میں موجود ہے جس کا حوالہ علامہ خالد محمود صاحب نے اپنی کتاب 'مطالعۂ بریلویت' میں دیا ہے۔ اس تحریر کو دیکھنے کے لئے بندہ بذاتِ خود لندن کی لائبریری گیا۔

تیسرے طبقے کا تذکرہ کرتے ہوئے بانی کے نام کے ساتھ رحمۃ اللہ علیہ کے الفاظ کہنے کے بعد انہوں نے اُن کی دینی خدمات کو سراہا جبکہ حضرت حکیم الامت، مجدد الملت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا نام صرف حضرت تھانوی کہہ کر آگے فرمایا ہے کہ اُن کے مواعظ و ملفوظات تو اتنے مشکل ہیں اور ان میں اتنی علمی اصطلاحات ہیں کہ عوام تو چھوڑیں اُن کو مدرسوں کے طلبا بھی نہیں سمجھتے۔ اس سلسلے میں عرض ہے کہ آدمی کو کسی چیز کا عملی تجربہ نہ ہو تو اُس کو معلومات ہی نہیں ہوتیں۔ بندہ پشاور یونیورسٹی میں بیٹھ کر بالکل انگریزی ماحول میں دینی کام کر رہا ہے۔ خود بھی کوئی عالم نہیں ہوں، ہماری مجالس میں بیٹھنے والے جو مہینہ دو مہینے ضروری باتوں سے واقف ہو جاتے ہیں اور مواعظ ملفوظات پڑھنا شروع کرتے ہیں تو اکثروں کا یہ بیان ہے کہ ہمیں سمجھنے میں کوئی تکلیف نہیں ہوئی۔ چھ مہینے گزارنے کے بعد اتنا فہم پیدا ہو جاتا ہے کہ مراکز میں پرانے ساتھی اور تشکیلی علماء جب بیانوں میں شگوفے چھوڑتے ہیں تو یہ حضرات فوراً بھانپ لیتے ہیں۔ خوشی ہوتی ہے کہ مواعظ ملفوظات اس طبقے میں عظیم دینی فہم پیدا کر رہے ہیں۔

خانقاہی نظام اور بیعت کے سلاسل کے بارے میں عرض ہے کہ پاکستان اور دوسرے اسلامی ممالک میں ایک اچھی خاصی تعداد ان سے وابستہ ہے۔ جس طرح تبلیغی تحریک میں 'تربیتِ عام' ہو رہی ہے خانقاہی نظام میں 'تربیتِ تام' ہو رہی ہے۔

مجلسِ ادارت کے رکن جناب ڈاکٹر طارق صاحب نے فرمایا کہ خیبر میڈیکل کالج کے بیان میں جناب طارق جمیل صاحب نے فرما دیا کہ میں نے اردو، فارسی، عربی تینوں زبانوں میں اقبال جیسا شاعر نہیں دیکھا۔ اس سلسلے میں عرض ہے کہ اقبال نے خود کہا ہے

ے پیرِ رومی آں فقیرِ پاکباز
سِرِّ مرگ و زیست را بر ما کشاد

ترجمہ: پیرِ رومی وہ پاکباز فقیر ہے جس نے زندگی اور موت کے راز مجھ پر کھولے ہیں۔ (باقی صفحہ ۲۱ پر)

(ڈاکٹر فدا محمد صاحب مدظلہٗ)

گرد و پیش سے سلسلے سے متعلق حضرات یہ شکایتیں پیش کر رہے ہیں کہ غیر مقلدین حضرات، جنہیں اہلِ حدیث کہا جاتا ہے، الجھتے ہیں اور بحث مباحثہ کرتے ہیں کہ تم لوگ حدیث کے خلاف چل رہے ہو، حدیث پر امام کی باتوں کو ترجیح دیتے ہو۔ بعض تو یہاں تک کہہ دیتے ہیں کہ حدیث کا انکار کرتے ہو۔ بعضے یہاں تک آجاتے ہیں کہ تم نے یہود کی طرح ،اِتَّـخَـذُوٓ اَحۡبَـارھـم و رھبانھم اَرۡبابًا مِّنۡ دُوۡنِ اللّٰه، اپنے علماء اور درویشوں کو اللہ کی جگہ ربّ بنایا ہوا ہے۔ اس بحث سے بات کو کفر کے فتوے تک لے جاتے ہیں۔ خاص زور آمین بالجہر اور رفع یدین پر ہوتا ہے۔

اس سلسلہ میں بندہ کی طرف سے عرض ہے کہ آپ انہیں اپنے مسلمان بھائی سمجھیں کیونکہ توحید، رسالت اور

آخرت کے عقائد، اس طرح پانچ نمازیں، نمازوں کی رکعت یہ تو متفق علیہ مسائل ہیں، یہ تو اُصولی چیزیں ہیں۔ اس کے علاوہ دین کا ایک حصہ فروعی مسائل ہیں۔ فروعی مسائل کے سلسلہ میں خود حضور ﷺ کے سامنے آپؐ کے دور میں صحابہ کرامؓ نے اپنی اپنی صوابدید کے مطابق مختلف تشریحات کی ہیں اور اُن پر عمل کیا ہے جس کے لئے آپؐ نے یہ نہیں فرمایا کہ ایک گروہ نے ٹھیک کیا اور دوسرا غلطی پر ہے۔ اس لئے فروعی مسائل میں ائمہ کے اختلافات ہیں۔ ہر کسی نے نیک نیتی سے صحیح سے صحیح بات تک پہنچنے کی کوشش کی ہے اور اپنی رائے کے حق میں دلائل دیئے ہیں۔ جو آدمی دلائل سننے کے بعد جن دلائل سے متاثر ہو جائے اس کے ذمے لازم ہو جاتا ہے کہ اس کی پیروی کرے۔ اس طرح کچھ فقہی ترتیبیں مختلف علاقوں میں چل پڑی ہیں۔ وہاں کے ائمہ مجتہدین، ان کے ادارے اور مدارس، ان کی کتابیں، نیز ان معاشروں میں ان کے معاشرتی تعلقات، ان علاقوں اور معاشروں میں توازن، جوڑ، یک جہتی، اعتماد و اعتبار اور محبت کے تعلقات ان علاقوں میں تقلید کی عظیم نعمتیں ہیں۔ ان کو چھیڑنا دانشمندی کی بات نہیں ہے۔ نیز ان غیر مقلدین کو سمجھایا جائے کہ رفع یدین، آمین بالجہر، ننگے سر ہو کر نماز پڑھنا، ٹانگیں کھول کر نماز پڑھنا یہ ایسے مسائل نہیں کہ ان کا پرچار کیا جائے اور ان کی تبلیغ کی جائے، بلکہ تبلیغ توحید، رسالت، آخرت، عبادات، اخلاقِ فاضلہ مثلاً اخلاص، تواضع، ہمدردی وغیرہ کا حاصل کرنا اور کبر، حسد، لالچ، کینہ، ریا وغیرہ سے بچنا، ان چیزوں کی ہوتی ہے۔ اس تبلیغ سے معاشرے میں مثبت تبدیلی آتی ہے اور شخصیت کی تعمیر ہوتی ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

يَا مُصَوِّرُ يَا مُصَوِّرُ يَا مُصَوِّرُ وَ لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ طِيْنٍ ○ ثُمَّ جَعَلْنٰهُ نُطْفَةً فِيْ قَرَارٍ مَّكِيْنٍ ○ ثُمَّ خَلَقْنَا النُّطْفَةَ عَلَقَةً فَخَلَقْنَا الْعَلَقَةَ مُضْغَةً فَخَلَقْنَا الْمُضْغَةَ عِظٰمًا فَكَسَوْنَا الْعِظٰمَ لَحْمًا ق ثُمَّ اَنْشَاْنٰهُ خَلْقًا اٰخَرَ فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخَالِقِيْنَ ○ رَبِّ هَبْ لِيْ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ ○ رَبِّ لَا تَذَرْنِيْ فَرْدًا وَّ اَنْتَ خَيْرُ الْوٰرِثِيْنَ ○ رَبِّ هَبْ لِيْ مِنْ لَّدُنْكَ ذُرِّيَّةً طَيِّبَةً ط اِنَّكَ سَمِيْعُ الدُّعَاءِ ط يَهَبُ لِمَنْ يَّشَآءُ اِنٰثًا وَّيَهَبُ لِمَنْ يَّشَآءُ الذُّكُوْرَا ط اِلٰهِيْ بِحُرْمَتِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمْ وَ اَهْلِ بَيْتِ الْعِظَّامِ.

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ o

یَا مُصَوِّرُیَا مُصَوِّرُیَا مُصَوِّرُوَ لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ سُلٰلَۃٍ مِّنْ طِیْنٍ o ثُمَّ جَعَلْنٰہُ نُطْفَۃً فِیْ قَرَارٍ مَّکِیْنٍ o ثُمَّ خَلَقْنَا النُّطْفَۃَ عَلَقَۃً فَخَلَقْنَا الْعَلَقَۃَ مُضْغَۃً فَخَلَقْنَا الْمُضْغَۃَ عِظٰمًا فَکَسَوْنَا الْعِظٰمَ لَحْمًا ۖ ثُمَّ اَنْشَئْنٰہُ خَلْقًا اٰخَرَ فَتَبٰرَکَ اللّٰہُ اَحْسَنُ الْخَالِقِیْن o رَبِّ ھَبْ لِیْ مِنَ الصَّالِحِیْن o رَبِّ لَا تَذَرْنِیْ فَرْدًا وَّ اَنْتَ خَیْرُ الْوَارِثِیْن o رَبِّ ھَبْ لِیْ مِنْ لَّدُنْکَ ذُرِّیَۃً طَیِّبَۃً ط اِنَّکَ سَمِیْعُ الدُّعَاءِ ط یَھَبُ لِمَنْ یَّشَآءُ اِنٰثًا وَّیَھَبُ لِمَنْ یَّشَآءُ الذُّکُوْرَا ط اِلٰھِی بَحُرْمَتِ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ وَ اَھْلِ بَیْتِ الْعِظَّام.

[نوٹ: بندہ کے متعلقین میں سے کچھ حضرات بندہ کے لیے سرمایۂ آخرت ہیں۔ انہیں میں سے جناب شبیر احمد صاحب کا کاخیل اور مفتی شوکت صاحب بھی ہیں۔ ہر دو حضرات کو دین کے مختلف موضوعات کے بارے میں تحقیق کرنے کا انتہائی انہاک حاصل ہے۔ اللہ تعالیٰ اس جذبے کو قبول فرمائے اور ان کی آخرت کی سرخروئی کا ذریعہ بنائے۔ اوقات اسلامی کے بارے میں دونوں نے خوب عرق ریزی سے کام کیا اور اپنے اپنے مقالات اشاعت کے لیے رسالہ ''غزالی'' کو بھیجے۔ یہ مقالے قسط وار شائع ہوتے رہیں گے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ان سے نفع حاصل کرنے کی توفیق دے۔ آمین

ڈاکٹر فدا محمد]

دارۂ اشرفیہ عزیزیہ کی تربیتی ترتیب

حضرت مولانا محمد اشرف سلیمانی پشاوری رحمۃ اللہ علیہ کی تعلیمات کی روشنی میں تربیتی ترتیب کو تین درجوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔

درجہ اوّل: تعلیم الاسلام (مفتی کفایت اللہ صاحبؒ) کا چار پانچ مرتبہ مطالعہ تاکہ مسائل ذہن نشین ہو جائیں، جہاں سمجھ نہ آئے خود فیصلہ کرنے کی بجائے علماء سے پوچھنا، استعداد اچھی ہو تو اپنے گھر یا مسجد میں چند ساتھیوں کے ساتھ مل کر اس کو سبقاً سبقاً پڑھنا۔

اُم الامراض، اکابر کا سلوک و احسان، فیضِ شیخ (حضرت مولانا زکریاؒ)

تسہیلِ قصد السبیل، تسہیل المواعظ، اصلاحی نصاب (دس رسالوں کا مجموعہ از حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ)

درجہ دوم: بہشتی زیور، ملفوظاتِ حکیم الامت (مولانا اشرف علی تھانویؒ)، اُسوۂ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم (حضرت ڈاکٹر عبدالحئی صاحبؒ)، آپ بیتی (حضرت مولانا زکریاؒ)، تذکرۃ الاولیاء (شیخ فریدالدین عطارؒ) اور کیمیائے سعادت (امام غزالیؒ)

درجہ سوم: سلوکِ سلیمانی (حضرت مولانا محمد اشرف سلیمانیؒ) تربیت السالک، التکشف،

بوادرنوادر، انفاس عیسیٰ، بصائرحکیم الامت (حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ)، احیاء العلوم (امام غزالیؒ)

جھری ذِکر کی احتیاط اور طریقہ

سارے تصوف کے سلاسل کی طرح ہمارے سلسلہ میں بھی ذِکر کو قلب کی اصلاح میں بطور بنیادی ذریعہ شامل کیا گیا ہے ۔سلسلہ کی ترتیب میں چشتیہ صابریہ جہری طریقہ ذِکر، ضرب کے ساتھ اختیار کیا گیا ہے۔ پہلے درجہ میں صرف سوبار **لاالٰہ الا اللّٰہ**،سوبار **الا اللّٰہ**اور سوبار **اللّٰہ** کا ذِکر کیا جاتا ہے۔دوسرے اور تیسرے درجہ میں **لا الٰہ الا اللّٰہ** دوسوبار، **الا اللّٰہ** چارسوبار **اَللّٰہُ اللّٰہ** چھ سوبار، **اللّٰہ** سوبار کی اجازت دی جاتی ہے۔

کتابوں کا مطالعہ تو ہر کوئی کرسکتا ہے جبکہ جہری ذِکر کی ترتیب کے لیے بیعت، مشورہ اور اس کے طریقہ کو بالمشافہ (آمنے سامنے) سیکھنا ضروری ہے، خود سے کرنے میں ذہنی وجسمانی نقصان کا خطرہ ہوسکتا ہے۔

ایک ناقابلِ انکار حقیقت

انسان خدا تعالیٰ کا انکار کرسکتا ہے، رسول کا انکار کرسکتا ہے آخرت کا انکار کرسکتا ہے لیکن ایک ایسی حقیقت جس کا انکار نہیں کرسکتا وہ موت ہے۔

؎ جان جانی ہے جا کر رہے گی　　　موت آنی ہے آ کر رہے گی

كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ ط وَ اِنَّمَا تُوَفَّوْنَ اُجُوْرَكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ط فَمَنْ زُحْزِحَ عَنِ النَّارِ وَاُدْخِلَ الْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ

ترجمہ: ہر جی کو چکھنی ہے موت اور تم کو قیامت کے دن پورے بدلے ملیں گے۔ پھر جو کوئی دور کیا گیا دوزخ سے اور داخل کیا گیا جنت میں اُس کا کام تو بن گیا۔

؎ پھول بننے کی خوشی میں مسکرائی تھی کلی　　　کیا خبر تھی یہ تغیر موت کا پیغام ہے

اَلْمَوْتُ قَدَحٌ كُلُّ نَفْسٍ شَارِبُوْهَا　　　وَالْقَبْرُ بَابٌ كُلُّ نَفْسٍ دَاخِلُوْهَا

ترجمہ: موت ایک پیالہ ہے جسے ہر نفس نے پینا ہے اور قبر ایک دروازہ ہے جس سے ہر نفس نے داخل ہونا ہے۔

حضرت مولانا محمد اشرف صاحبؒ فرمایا کرتے تھے کہ اُن کے شیخ حضرت شاہ عبدالعزیز دعاجو

دہلوی رحمت اللہ علیہ تہجد سے پہلے یہ شعر پڑھا کرتے تھے۔

شب تاریک، رہ باریک، منزل دور، من تنہا　　دستم گیر یا اللہ!، دستم گیر یا اللہ!

رات اندھیری، راہ ہے ٹیڑھی، منزل دور اور ہم تنہا　　پکڑیو ہاتھ یا اللہ!، پکڑیو ہاتھ یا اللہ!

بہرحال جن کی آخرت آباد ہے اُن کے لئے تو بشارت ہے:

اَلْمَوْتُ جِسْرٌ یُّوْصِلُ الْحَبِیْبَ اِلَی الْحَبِیْبِ

ترجمہ: موت ایک پُل ہے جو دوست کو دوست سے ملا دیتا ہے۔

حضرت شاہ صاحبؒ ہی شعر پڑھا کرتے تھے:

؎ بلا سے نزع میں تکلیف کیا ہے سکونِ خاطر بھی کم نہیں ہے

کسی سے ملنے کی ہیں اُمیدیں کسی سے چھٹنے کا غم نہیں ہے

یہ عالم عیش و عشرت کا یہ حالت کیف و مستی کی　　بلند اپنا تخیل کر یہ سب باتیں ہیں پستی کی

جہاں دراصل ویرانہ ہے گو صورت ہے بستی کی　　بس اتنی سی حقیقت ہے 'فریبِ خوابِ ہستی' کی

کہ آنکھیں بند ہوں اور آدمی افسانہ ہو جائے

ادارۂ اشرفیہ عزیزیہ کی تربیتی سرگرمیاں

اِدارۂ اشرفیہ عزیزیہ، جو بندہ کے شیخ حضرت مولانا محمد اشرف صاحب سلیمانی پشاوریؒ اور حضرت مولانا محمد اشرف صاحبؒ کے شیخ شاہ عبدالعزیز دعاجو دہلویؒ کی یاد میں قائم ہوا ہے، سالانہ مندرجہ ذیل اصلاحی سرگرمیوں میں مصروف رہتا ہے۔

۱۔ درسِ قرآن: ہفتہ میں چھ دن بعد نماز عشاء، مدینہ مسجد، پشاور یونیورسٹی۔

۲۔ مجلسِ ملفوظات: ہفتہ میں سات دن بوقتِ اشراق، مسجدِ فردوس، پشاور یونیورسٹی۔

۳۔ مجلسِ ذکر: بروزِ اتوار مغرب تا عشاء، مدینہ مسجد، پشاور یونیورسٹی۔

۴۔ مجلسِ ذکر: بروزِ پیر مغرب تا عشاء، مسجدِ نُور، فیز تھری، حیات آباد، پشاور۔

۵۔ مجلسِ ذکر: بروزِ منگل مغرب تا عشاء، مسجدِ فردوس، پشاور یونیورسٹی۔

۶۔ عورتوں کی مجلس: بروزِ ہفتہ عصر تا مغرب، حضرت مولانا اشرف صاحبؒ کے گھر، دھوبی گھاٹ، پشاور یونیورسٹی۔

۷۔ جمعہ کا خطبہ: مدینہ مسجد، پشاور یونیورسٹی۔

۸۔ ماہوار اجتماع: اس کے لئے تاریخ مقرر کی جاتی ہے۔ اجتماع بروزِ ہفتہ مغرب سے شروع ہوکر بوقت چاشت اتوار کو ختم ہوتا ہے۔ مہمانوں کے قیام وطعام کا بندوبست ادارہ کی طرف سے ہوتا ہے۔

۹۔ رمضان: پہلے بیس دن ہر روز مغرب سے پہلے مدینہ مسجد، پشاور یونیورسٹی میں مجلسِ ذکر ہوتی ہے۔ مہمانوں کا افطار ادارہ کی طرف سے ہوتا ہے۔ آخری عشرہ میں تربیتی اعتکاف ہوتا ہے جس میں کثیر تعداد شرکت فرماتی ہے۔

۱۰۔ موسمِ گرما کا اجتماع: موسمِ گرما میں شمالی علاقہ جات میں کسی ٹھنڈے مقام پر سالانہ اجتماع منعقد کیا جاتا ہے۔

(ڈاکٹر فدا محمد مد ظلہٗ)

☆☆☆☆☆☆☆

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○

یَا مُصَوِّرُ یَا مُصَوِّرُ یَا مُصَوِّرُ وَ لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ طِیْنٍ ○ ثُمَّ جَعَلْنٰهُ نُطْفَةً فِیْ قَرَارٍ مَّکِیْنٍ ○ ثُمَّ خَلَقْنَا النُّطْفَةَ عَلَقَةً فَخَلَقْنَا الْعَلَقَةَ مُضْغَةً فَخَلَقْنَا الْمُضْغَةَ عِظٰمًا فَکَسَوْنَا الْعِظٰمَ لَحْمًا ق ثُمَّ اَنْشَاْنٰهُ خَلْقًا اٰخَرَ فَتَبٰرَکَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخَالِقِیْنَ ○ رَبِّ هَبْ لِیْ مِنَ الصّٰلِحِیْنَ ○ رَبِّ لَا تَذَرْنِیْ فَرْدًا وَّ اَنْتَ خَیْرُ الْوٰرِثِیْنَ ○ رَبِّ هَبْ لِیْ مِنْ لَّدُنْکَ ذُرِّیَّةً طَیِّبَةً ط اِنَّکَ سَمِیْعُ الدُّعَآءِ ط یَهَبُ لِمَنْ یَّشَآءُ اِنٰثًا وَّیَهَبُ لِمَنْ یَّشَآءُ الذُّکُوْرَ ط اِلٰهِیْ بِحُرْمَتِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمْ وَ اَهْلِ بَیْتِ الْعِظَامِ.

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○

یَا مُصَوِّرُ یَا مُصَوِّرُ یَا مُصَوِّرُ وَ لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ طِیْنٍ ○ ثُمَّ جَعَلْنٰهُ نُطْفَةً فِیْ قَرَارٍ مَّکِیْنٍ ○ ثُمَّ خَلَقْنَا النُّطْفَةَ عَلَقَةً فَخَلَقْنَا الْعَلَقَةَ مُضْغَةً

فَخَلَقْنَا الْمُضْغَةَ عِظٰماً فَكَسَوْنَا الْعِظٰمَ لَحْماً ق ثُمَّ اَنْشَئْنٰهُ خَلْقاً اٰخَرَ فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخَالِقِيْن ٥ رَبِّ هَبْ لِيْ مِنَ الصَّالِحِيْن ٥ رَبِّ لَا تَذَرْنِيْ فَرْدًا وَّ اَنْتَ خَيْرُ الْوَارِثِيْن ٥ رَبِّ هَبْ لِيْ مِنْ لَدُنْكَ ذُرِّيَةً طَيِّبَةً ط اِنَّكَ سَمِيْعُ الدُّعَاءِ ط يَهَبُ لِمَنْ يَّشَآءُ اِنٰثاً وَّيَهَبُ لِمَنْ يَّشَآءُ الذُّكُوْرًا ط اِلٰهِي بِحُرْمَتِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمْ وَ اَهْلِ بَيْتِ الْعِظَّام.

ادارۂ اشرفیہ عزیزیہ کی تربیتی ترتیب

حضرت مولانا محمد اشرف سلیمانی پشاوری رحمۃ اللہ علیہ کی تعلیمات کی روشنی میں تربیتی ترتیب کو تین درجوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔

درجہ اوّل: تعلیم الاسلام (مفتی کفایت اللہ صاحبؒ) کا چار پانچ مرتبہ مطالعہ تاکہ مسائل ذہن نشین ہو جائیں، جہاں سمجھ نہ آئے خود فیصلہ کرنے کی بجائے علماء سے پوچھنا، استعداد اچھی ہو تو اپنے گھر یا مسجد میں چند ساتھیوں کے ساتھ مل کر اس کو سبقاً سبقاً پڑھنا۔

اُم الامراض، اکابر کا سلوک واحسان، فیضِ شیخ (حضرت مولانا زکریاؒ)

تسہیلِ قصد السبیل، تسہیل المواعظ، اصلاحی نصاب (دس رسالوں کا مجموعہ از حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ)

درجہ دوم: بہشتی زیور، ملفوظاتِ حکیم الامت (مولانا اشرف علی تھانویؒ)، اُسوۂ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم (حضرت ڈاکٹر عبدالحئی صاحبؒ)، آپ بیتی (حضرت مولانا زکریاؒ)، تذکرۃ الاولیاء (شیخ فریدالدین عطارؒ) اور کیمیائے سعادت (امام غزالیؒ)

درجہ سوم: سلوکِ سلیمانی (حضرت مولانا محمد اشرف سلیمانیؒ) تربیت السالک، التکشف،

بوادرنوادر، انفاس عیسیٰ، بصائر حکیم الامت (حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ)، احیاء العلوم (امام غزالیؒ)

جھری ذِکر کی احتیاط اور طریقه

سارے تصوف کے سلاسل کی طرح ہمارے سلسلہ میں بھی ذِکر کو قلب کی اصلاح میں بطور بنیادی ذریعہ شامل کیا گیا ہے ۔سلسلہ کی ترتیب میں چشتیہ صابریہ جہری طریقہ ذِکر، ضرب کے ساتھ اختیار کیا گیا ہے۔ پہلے درجہ میں صرف سوبار **لا اله الا اللّٰه**،سوبار **الا اللّٰه**اورسوبار **اللّٰه**کا ذِکر کیا جاتا ہے۔دوسرے اور تیسرے درجہ میں **لا اله الا اللّٰه** دوسوبار، **الا اللّٰه** چارسوبار **اَللّٰهُ اللّٰه** چھ سوبار، **اللّٰه** سوبار کی اجازت دی جاتی ہے۔

کتابوں کا مطالعہ تو ہر کوئی کرسکتا ہے جبکہ جہری ذِکر کی ترتیب کے لیے بیعت، مشورہ اوراس کے طریقہ کو بالمشافہ (آمنے سامنے) سیکھنا ضروری ہے،خود سے کرنے میں ذہنی وجسمانی نقصان کا خطرہ ہوسکتا ہے۔

ایک ناقابلِ انکار حقیقت

انسان خدا تعالیٰ کا انکار کرسکتا ہے، رسول کا انکار کرسکتا ہے آخرت کا انکار کرسکتا ہے لیکن ایک ایسی حقیقت جس کا انکار نہیں کرسکتا وہ موت ہے۔

؎ جان جانی ہے جا کر رہے گی ۔۔۔ موت آنی ہے آ کر رہے گی

كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ ط وَ اِنَّمَا تُوَفَّوْنَ اُجُوْرَكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ط فَمَنْ زُحْزِحَ عَنِ النَّارِ وَاُدْخِلَ الْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ

ترجمہ: ہر جی کو چکھنی ہے موت اور تم کو قیامت کے دن پورے بدلے ملیں گے۔ پھر جو کوئی دور کیا گیا دوزخ سے اور داخل کیا گیا جنت میں اُس کا کام تو بن گیا۔

؎ پھول بننے کی خوشی میں مسکرائی تھی کلی ۔۔۔ کیا خبر تھی یہ تغیر موت کا پیغام ہے

اَلْمَوْتُ قَدَحٌ كُلُّ نَفْسٍ شَارِبُوْهَا ۔۔۔ وَالْقَبْرُ بَابٌ كُلُّ نَفْسٍ دَاخِلُوْهَا

ترجمہ: موت ایک پیالہ ہے جسے ہر نفس نے پینا ہے اور قبر ایک دروازہ ہے جس سے ہر نفس نے داخل ہونا ہے۔

حضرت مولانا محمد اشرف صاحبؒ فرمایا کرتے تھے کہ اُن کے شیخ حضرت شاہ عبدالعزیز دعاجو دہلوی رحمت اللہ علیہ تہجد سے پہلے یہ شعر پڑھا کرتے تھے۔

شب تاریک، رہ باریک، منزل دور، من تنہا دستم گیر یااللہ!، دستم گیر یااللہ!

رات اندھیری، راہ ہے ٹیڑھی، منزل دور اور ہم تنہا پکڑیو ہاتھ یااللہ!، پکڑیو ہاتھ یااللہ!

بہرحال جن کی آخرت آباد ہے اُن کے لئے تو بشارت ہے:

اَلْمَوْتُ جَسْرٌیُوْصَلُ الْحَبِیْبَ اِلَی الْحَبِیْب

ترجمہ: موت ایک پُل ہے جو دوست کو دوست سے ملا دیتا ہے۔

حضرت شاہ صاحبؒ یہی شعر پڑھا کرتے تھے:

بلا سے نزع میں تکلیف کیا ہے سکونِ خاطر بھی کم نہیں ہے
کسی سے ملنے کی ہیں اُمیدیں کسی سے چھٹنے کا غم نہیں ہے

یہ عالم عیش و عشرت کا یہ حالت کیف و مستی کی بلند اپنا تخیل کر یہ سب باتیں ہیں پستی کی
جہاں دراصل ویرانہ ہے گو صورت ہے بستی کی بس اتنی سی حقیقت ہے 'فریبِ خوابِ ہستی' کی
کہ آنکھیں بند ہوں اور آدمی افسانہ ہو جائے

ادارۂ اشرفیہ عزیزیہ کی تربیتی سرگرمیاں

اِدارۂ اشرفیہ عزیزیہ، جو بندہ کے شیخ حضرت مولانا محمد اشرف صاحب سلیمانی پشاوریؒ اور حضرت مولانا محمد اشرف صاحبؒ کے شیخ شاہ عبدالعزیز دعا جو دہلویؒ کی یاد میں قائم ہوا ہے، سالانہ مندرجہ ذیل اصلاحی سرگرمیوں میں مصروف رہتا ہے۔

۱۔ درسِ قرآن: ہفتہ میں چھ دن بعد نمازِ عشاء، مدینہ مسجد، پشاور یونیورسٹی۔

۲۔ مجلسِ ملفوظات: ہفتہ میں سات دن بوقتِ اشراق، مسجدِ فردوس، پشاور یونیورسٹی۔

۳۔ مجلسِ ذکر: بروزِ اتوار مغرب تا عشاء، مدینہ مسجد، پشاور یونیورسٹی۔

۴۔ مجلسِ ذکر: بروزِ پیر مغرب تا عشاء، مسجدِ نُور، فیز تھری، حیات آباد، پشاور۔

۵۔ مجلسِ ذکر: بروزِ منگل مغرب تا عشاء، مسجدِ فردوس، پشاور یونیورسٹی۔

۶۔ عورتوں کی مجلس: بروزِ ہفتہ عصر تا مغرب، حضرت مولانا اشرف صاحبؒ کے گھر، دھوبی گھاٹ، پشاور یونیورسٹی۔

۷۔ جمعہ کا خطبہ: مدینہ مسجد، پشاور یونیورسٹی۔

۸۔ ماہوار اجتماع: اس کے لئے تاریخ مقرر کی جاتی ہے۔ اجتماع بروزِ ہفتہ مغرب سے

شروع ہوکر بوقت چاشت اتوار کو ختم ہوتا ہے۔ مہمانوں کے قیام وطعام کا بندوبست ادارہ کی طرف سے ہوتا ہے۔

۹۔ رمضان: پہلے بیس دن ہر روز مغرب سے پہلے مدینہ مسجد، پشاور یونیورسٹی میں مجلسِ ذکر ہوتی ہے۔ مہمانوں کا افطار ادارہ کی طرف سے ہوتا ہے۔ آخری عشرہ میں تربیتی اعتکاف ہوتا ہے جس میں کثیر تعداد شرکت فرماتی ہے۔

۱۰۔ موسمِ گرما کا اجتماع: موسمِ گرما میں شمالی علاقہ جات میں کسی ٹھنڈے مقام پر سالانہ اجتماع منعقد کیا جاتا ہے۔

(ڈاکٹر فدا محمد مد ظلہٗ)

☆☆☆☆☆☆☆